الحمد للہ علیٰ توفیقہ

کہ

بتائید حضرت اقدس حضرت حجۃ اللہ فی الارض میرزا غلام احمد صاحب

مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

ہر سہ حصہ کتاب مستطاب

مصنفہ عالم باعمل نکتہ رس علوم قرآنی واقف رموز فرقانی محدث فہیم مولوی سید عبدالرحیم

صاحب احمدی کٹکی دریاپوری +

مسمیٰ

الدلیل المحکم

علےٰ

وفات المسیح ابن مریم علیہما السلام

بحسن سعی جناب مولانا مولوی میر محمد سعید صاحب احمدی و مولوی سید محمد یعقوب صاحب احمدی حیدرآبادی

مطبع انوار احمدیہ قادیان دارالامان میں شیخ یعقوب علی (تراب) احمدی مالک مطبع کے اہتمام سے چھپکر شایع ہوئی ۔ ۲۰ - دسمبر سنہ ۱۹۰۰ء

تعداد ۵۱۰ بار اول قیمت فی جلد بلا محصولڈاک ۱۲/

مالک این کتاب شمس بن مسلم عبد الرحمن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ علیٰ رسولہ لا نبی بعدہ

میرے مکرم! میرے مخدوم مصلح دنیا و دین سلمہ اللہ الحی القیوم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
گرامی نامہ مصلحت آمود نے ورود فرماکر مسرور کیا۔ اسکے حرف حرف کو نہایت عبرت کی نگاہ
سے دیکھا۔ سید احمد خان صاحب اور اُس کے فتنہ کے بارہ میں جو کچھ آپنے تحریر فرمایا
سب مطابق للواقع ہے۔ لیکن میری ناقص رائے میں حضرت امام الزمان کی نسبت آپ کی
زبان و قلم تدبر و تفکر کو کام میں نہ لاکر متانت کے دائرہ سے باہر ہو گئے ہیں۔ بہرحال آپ کی
دینی حرارت اور یادآوری کا شکریہ بجا لاکر عرض حال کرتا ہوں۔ آپ خوب جانتے ہیں کہ
میں کورانہ تقلید کو مذموم سمجھتا ہوں اور بفضلہ تعالےٰ عقاید حقہ سنت وجماعت سے واقف
اور کتب فقہ و تفسیر و حدیث صحیح کے مخالف اقوال کو مردود جانتا ہوں۔ حضرت اقدس میرزا
غلام احمد صاحب قادیانی اور اُن کے اصحاب کے جملہ کتب و رسائل الا ماشاء اللہ میں نے
بغور دیکھے اور سُنے۔ اور اپنے قدیم اعتقاد کے رُو سے ان پر مخالفانہ نظر ڈالی۔ لیکن میں
حلفاً کہتا ہوں کہ جس قدر تجسس زیادہ کیا اُسیقدر اُس امام کی قدر و منزلت میرے دل میں
گھر کرنے لگی اور اپنا قدیم عقیدہ اور مخالفوں کی تحریریں دونوں قرآن و حدیث کی صریح مخالف
معلوم ہونے لگیں۔ اور جہانتک میں نے اس بارہ میں اپنی عقل خداداد سے مدد لی

(جواب ۱) اول حضرت ابوہریرہ اپنے کلام میں شک کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ جہاں شک و تردد پیدا ہوا وہاں یقین کا معنے کیونکر پیدا ہو سکتا ہے؟

(جواب ۲) ابوہریرہ کا یہ کہنا کہ "فاقرأوا ان شئتم" یہ صاف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ انہوں نے اس آیت کے قاری کو پڑھنے نہ پڑھنے کا اختیار دیدیا ہے۔ اب اگر کوئی شخص بموجب فرمودہ ابوہریرہ کے اسکو نہ پڑھے تو اسکے نزدیک یہ آیت ہرگز ہرگز فہم مخالف کے نزدیک حجت نہیں ہوسکتی ہے

(جواب ۳) فہم صحابی حجت شرعی نہیں۔ خصوصاً ابوہریرہ جیسے صحابی کا فہم جنکی غلط فہمی اہل حدیث پر مخفی نہیں ہے۔ اور اسی وجہ سے اکثر مفسرین نے قبل موتہ کی ضمیر کتابی کی طرف لوٹائی ہے اور ابی ابن کعب جیسے جلیل القدر صحابی کی قراۃ شاذہ قبل موتہم سے اسکی تائید کی ہے اور بہ کی ضمیر کا مرجع غیر مسیح کو ٹھہرایا ہے۔ اور بالفرض والتسلیم فہم ابوہریرہ حجت شرعی بھی قرار پائے تب بھی کسیطرح قائلین حیات مسیح اس سے فائدہ اُٹھا نہیں سکتے اسواسطے کہ اس آیت سے حیات مسیح بطور اشارۃ النص کے ثابت ہوگی۔ اور وفات مسیح آیۃ انی متوفیک سے بروایت امام بخاری عن ابن عباس بطور عبارت النص کے ثابت و متحقق ہے اور یہ اجماعی مسئلہ ہے کہ ترجیح العبارت علی الاشارت عند التعارض یعنے تعارض کے وقت اشارۃ النص پر عبارت النص مرجح و مقدم رہیگی۔ یا یوں کہو آیت انی متوفیک قرآنی محاورہ اور صحیح بخاری کی تفسیر ممیتک کی رُو سے نص محکم ہے اور محکم اسکو کہتے ہیں کہ جسکی دلالت بالوضاحت ہو اور بالفرض والتسلیم آیتہ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ اگر حیات مسیح پر دلیل ہو تو دلیل واضح نہیں کیونکہ اسکے ضمایر ذوالوجوہ ہیں اور روایتاً اور درایتاً مفسرین کا ان میں بہت کچھ اختلاف ہے اور اسکو متشابہ کہتے ہیں۔ کیونکہ متشابہ وہ ہے کہ جسکی دلالت غیر واضح ہو۔ پس محکم کو چھوڑکر متشابہ کی طرف رجوع کرنا ہرگز جائز نہیں۔ کتاب عزیز میں متشابہ کی متعین پر وعید و مذمت آئی ہے۔ اگر ہم تھوڑی دیر کے لئے فرض ہی کرلیں کہ یہ آیت حضرت مسیح کے زندہ رہنے پر دلالت کرتی ہے۔ اسکے ساتھ یہ بھی ضرور ماننا پڑیگا کہ وہ اپنی نبوت تامہ و کاملہ کے ساتھ نزول فرمائینگے اور اسوقت اُن پر ایمان لانا موجب نجات ہوگا۔ اور وہ خاتم الانبیاء بھی کہلائینگے۔ اس کلام کی سخافت کسی ذیعلم پر مخفی نہیں ہے۔ ہم اسکی تفصیلی بحث انشاء اللہ آگے چل کر کرینگے۔

آیت دوم در حیات جسمانی ابن مریم علیہ السلام

حضرت مرزا صاحب کے دعوے کو بے دلیل نہیں پایا۔ اب یہاں آپ کے تمام شکوک و اعتراضات کا جواب حرفاً حرفاً نمبروار ادب کے ساتھ عرض کر کے قوی امید رکھتا ہوں کہ آپ کی منصف طبیعت اسکو بغور تمام ملاحظہ فرمائیگی ۔ والتوفیق من اللہ الکریم ؛

نمبر ۱

متمسکات بر حیات حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام

قائلین حیات جناب مسیح اس آیۃ کریمہ کو سند میں لاتے ہیں وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ (ترجمہ) کوئی اہل کتاب میں سے نہ ہوگا جو اسکے مرنے کے پہلے اس پر ایمان نہیں لاویگا۔ ضمیر بہٖ اور موتہٖ کو حضرت عیسٰے علیہ السلام کی طرف راجع کر کے اس آیت کو حیات پر قطعیۃ الدلالت ٹھہراتے ہیں کہ اہل کتاب اُن کے نزول مِنَ السَّمَاء کے بعد اور مرنے کے پہلے اُن پر ایمان لائینگے۔ لیکن اہل علم خوب جانتے ہیں کہ جو آیات واحادیث محتمل الوجوہ ہوں وہ ہرگز قطعیۃ الدلالت اور احتجاج کے لایق نہیں ہو سکتیں۔ تفسیر معالم التنزیل بیضاوی۔ مدارک۔ کشاف۔ ابن کثیر۔ مظہری وکبیر۔ فتح البیان وغیرہا میں مختلف اقوال منقول ہیں جس طرح کہ بہٖ کی ضمیر حضرت مسیح کی طرف راجع کی ہے۔ اسی طرح اللہ جلشانہ اور قرآن مجید اور ہمارے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو باقوال صحابہ اُسکا مرجع ٹھہرایا ہے اور قراۃ شاذہ قبل موتہم سے جو جزء احاد کا حکم رکھتی ہے اُسکی تائید کی ہے۔ اور وہ قرات بھی کس کی ؟ حضرت ابی ابن کعبؓ کی۔ جن کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کرام میں اَقْرَأ یعنے بڑا قاری قرآن فرمایا ہے۔ اور حسب ارشاد حضرت باری عزاسمہٗ رسول اللہ صلعم نے ابی ابن کعبؓ کو قرآن پڑھ کر سنایا ہے۔ اور یاد رہے کہ قرآت شاذہ قرات مشہور کے لئے اقوی تفسیر ہوا کرتی ہے۔ نیز امام نووی شارح صحیح مسلم نے اکثر ائمہ تفسیر سے اسی امر کو ثابت کیا ہے۔ پس جس آیت میں اتنے احتمالات ہوں بھلا وہ کیونکر متمسک بہا و مستدل علیہا ہو سکتی ہے۔ علی الخصوص باب اعتقادات میں اور اصول کا مشہور قول اِذَا جَاءَ الْاِحْتِمَالُ بَطَلَ الْاِسْتِدْلَالُ بلند آواز سے کہہ رہا ہے کہ یہ آیت حیات مسیح کے بارہ میں ہرگز قابل احتجاج ہو نہیں سکتی کوئی اور آیت قطعیۃ الدلالت علی حیات المسیح پیش ہونی چاہیئے

(سوال) بخاری و مسلم میں آیا ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حیات مسیح میں اس آیت پر تمسک کیا ہے فَاقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ

بلکہ اسکی خالقیت و ربوبیت اور رحمانیت پر سخت حملہ کرتا ہے۔ یاد رہے کہ حریف مخالف کو اس تحریف معنوی اور قرآنی محاورہ کی مخالفت کے ساتھ ہی اس قبض سے کوئی فائدہ معتدبہ نظر نہیں آتا۔ مسلم وغیرہ کی ان حدیثوں کو دیکھیے جنمیں ذکر ہے کہ ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ رِيْحًا بَارِدَةً فَلَا يَبْقٰى عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ اَحَدٌ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ خَيْرٍ اَوْ اِيْمَانٍ اِلَّا قَبَضَتْهُ حَتّٰى لَوْ اَنَّ اَحَدَكُمْ دَخَلَ فِيْ كَبِدِ جَبَلٍ لَدَخَلَتْهُ عَلَيْهِ حَتّٰى تَقْبِضَهٗ اور حضرت عمر فاروق کا مدینہ طیبہ سے لوٹتے وقت ایک تودہ ریگ پر چت لیٹ کر فرمانا۔ اے میرے رب! میرے اعضاء سست ہو گئے ہیں میں بوڑھا ہوا فَاقْبِضْنِيْ اِلَيْكَ۔ اور امام بخاری کا یہ مشہور قول اَللّٰهُمَّ قَدْ ضَاقَتْ عَلَيَّ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ فَاقْبِضْنِيْ اِلَيْكَ میرے کلام کا موید ہے مخالف کو ایک ذرہ بھر بھی مفید نہیں کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ قرب قیامت کی ہوا ارواح مومنین کو انکے جسم سمیت آسمان پر لیجا ئیگی۔ اور کیا حضرت عمر فاروق اور امام بخاری رضی اللہ عنہما کی غرض اس دعاء سے آسمان پر تشریف لیجانا تھا اور کیا واقعی استجابتہ دعا سے واقعہ بھی ایسا ہی ہوا کہ وہ حضرت اس جسد عنصری کے ساتھ آسمان پر چلے گئے۔ ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔ اور امام احمد و ترمذی کی اس روایت پر بھی ایک نظر ہے۔ اِذَا مَاتَ الْعَبْدُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِمَلَائِكَتِهٖ قَبَضْتُمْ وَلَدَ عَبْدِيْ فَيَقُوْلُوْنَ نَعَمْ ثَمَرَةَ فُؤَادِهٖ فَيَقُوْلُوْنَ نَعَمْ۔ الخ۔ بعض کہتے ہیں کہ توفی بمعنے انامت ہے جسکا ترجمہ یہ ہوگا کہ اے عیسٰے! میں تجھکو سلانے والا ہوں۔ اس وعدہ کا ایفاء اسطرح ہوا کہ حضرت عیسٰے علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ اے رب جب تو نے مجھے سلادیا تو تو ہی ان کا نگہبان و نگران تھا۔ اور قبض تام کی صورت میں یہ ترجمہ کرنا پڑیگا کہ اے رب! جب تو نے حسب وعدہ سابق مجھسے اپنا پورا حق لیلیا تو تو ہی میری قوم کا نگہبان تھا۔ ان دو معنوں کی قباحت اور غیر موزونی کو اہل علم خوب جانتے ہیں بیان کی حاجت نہیں۔ اور نیز اس قباحت کے باوجود بھی اصل مطلب حاصل نہیں ہوتا۔ اسلیے کہ نوم میں قبض روح بلا جسد ہے۔ نیند کی حالت میں جسم خاکی یہیں پڑا رہتا ہے اور ظاہر ہے کہ جس کو قبض کیا تھا اسی کا رفع ہے۔ نہ یہ کہ روح کو تو قبض کریں اور جسد خاکی کو اٹھاویں۔ اسلیے کہ رفع کے لئے قبض لازمی امر ہے اور قرآن شریف میں جہاں جہاں توفی کا لفظ آیا ہے وہاں باتفاق سلف و خلف موت یا قبض روح مراد ہے تام ہو جیسے موت میں ناقص ہو جیسے نیند میں ایک جگہ بھی رفع روح مع الجسد مراد نہیں ہے۔ اور احادیث صحیحہ متصلہ و مرفوعہ و غیر مرفوعہ میں بھی کہیں اس قسم کا معنے نہیں لیا گیا۔ فَتَفَكَّرُوْا وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُسْتَعْجِلِيْنَ الْمُتَعَصِّبِيْنَ۔ اور بعض بعض ترجموں نے

وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وجہ تمسک یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے
کہ یقینی طور پر یہودیوں نے عیسےٰ کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالےٰ نے اسکو جسد اور روح کے ساتھ
اپنی طرف اٹھا لیا۔ میں کہتا ہوں کہ مرفوع سے اور رفع جسم نہیں بلکہ رفع روح و رفع درجات
مراد ہے۔ اللہ تعالےٰ نے تبارک سے آیۃ یا عیسےٰ اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ میں جن
دو باتوں کا وعدہ فرمایا تھا ان کو اسطرح پورا کیا وَكُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْهِمْ فَلَمَّا
تَوَفَّیْتَنِیْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ میں اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ کے وعدہ کو وفا فرمایا جسکو حضرت
عیسےٰ یوں بیان کرتے ہیں کہ اے رب! جب تک میں ان میں تھا ان پر شاہد اور گواہ تھا جب تو نے
مجھ کو وفات دیدی تو توہی ان کا نگھبان اور محافظ تھا۔ اور رَافِعُكَ اِلَیَّ کے وعدہ کو بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ
اِلَیْهِ سے پورا فرمایا۔ یعنے وعدہ یہ تھا کہ اے عیسےٰ! میں تجھکو موت طبعی دیکر عزت کے ساتھ اپنی طرف
اٹھاؤنگا۔ اسکا ایفا اس آیت میں یوں فرمایا گیا کہ یہودیوں نے عیسےٰ کو نہ قتل کیا اور نہ صلیبی موت سے
مارا بلکہ اللہ نے اسکو طبعی موت دے کر عزت کے ساتھ اپنی طرف اٹھا لیا۔ طبعی موت کا ذکر اسلئے
ترجمہ میں کیا گیا کہ وعدہ میں اسکا ذکر بالصراحت آچکا تھا تاکہ دونوں آیتوں میں تعارض واقع نہو۔
اور ظاہر ہے کہ فوت کے بعد رفع روح ہے نہ رفع جسم۔ متوفیك کے بعد رافعك کا ذکر صاف
دلالت کرتا ہے کہ یہاں فقط رفع روح مراد ہے۔ اگر اس مقام پر توفی کا معنے موت نہ لیا جائے
تو جو وفات توفی کے لفظ کے سنتے ہی متبادر فی الذہن ہوتی ہے بلکہ پورا حق لینا اور قبض تام کا
معنے لیا جائے جیسا کتب لغت میں آیا ہے اور یہ ترجمہ کیا جائے کہ اے عیسےٰ میں تجھے پورا
اٹھانے والا ہوں تو کلام الٰہی جو فصاحت و بلاغت میں حد اعجاز تک پہنچ چکا ہے اس میں تنزل
لازم آئیگا۔ اور تکرار زاید بلا فائدہ کا ارتکاب کلام معجز بیان میں ماننا ہوگا۔ اور اسوقت بالضرور
یہ ترجمہ کرنا پڑیگا کہ اے عیسےٰ! میں تجھکو پورا اٹھانے والا ہوں اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں
یا یوں کہو کہ اے عیسےٰ! میں تجھ سے پورا حق لینے والا ہوں اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔
دونوں ترجموں کا فساد اظہر من الشمس ہے۔ پہلے ترجمہ میں تکرار بلا ضرورت کا ارتکاب ہے
اور دوسرے میں یہ اعتقاد کرنا پڑیگا کہ حضرت عیسےٰ پر اللہ جل شانہ کا جو قرض یا حق تھا آج اپنا پورا حق
لینا چاہتا ہے یا جو احسانات الٰہی ابن مریم پر ہیں ان کے پورا ادا کرنیکا فرمان ہے اور ظاہر ہے کہ
منعم حقیقی کے احسان کا پورا ادا کرنا بشری طاقت سے باہر ہے بادشاہ ہوں یا نبی۔ سب کی گردن یہاں
جھکی ہے۔ پس تکلیف مالایطاق کی تجویز نہ صرف نص قطعی لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا کا مخالف ہے

زندہ موجود ہیں اُن کے حق میں موت کو موت آگئی ہے تو وہ مورد سخت قباحت کا ٹھہرتا ہے۔ آیتِ مذکورہ بالا کی مخالفت کے ساتھ کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ کا منکر ہے اور اُن آیات بیّنات کا رد کرنے والا ہے جن سے بصراحت معلوم ہوتا ہے کہ موت دخول جنت و دوزخ کے لئے موقوف علیہ ہے۔ و نیز اس بات کا اقراری ہے کہ صفت حَیٌّ قَیُّوْمٌ جو خاصہ ذات باری عزّ اسمہ ہے حضرت ادریس بھی اس خاصہ الوہیت میں شرکت رکھتے ہیں اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنْهُمَا۔ اے مسلمین موحدین! غور سے سوچو کہ اس اعتقاد فاسد کی طغیانی و سیلابی توحید کی دیوار اور قرآن و حدیث کی ڈھا دینے والی ہے یا نہیں؟

یہاں ہم کو یہ دیکھنا چاہیئے کہ توفی کا لفظ سوائے ان مقاموں کے اور کہیں قرآن مجید میں آیا ہے یا نہیں۔ اگر آیا ہے تو وہاں کیا معنے لیا گیا ہے؟ قبض تام پورا حق لینا یا بھر لینا کا معنے مراد ہے یا تمام مقاموں پر صرف قبض روح و موت کا معنے لیا گیا ہے۔ تجسّس تام کے بعد ہمیں معلوم ہوا کہ پچیس ۲۵ مقام پر توفی کا لفظ موجود ہے اور ہر جگہ بھی موت اور قبض روح تام یا ناقص مراد ہے پس کمال نا انصافی ہوگی کہ تیئیس مقام پر موت و قبض روح کا معنے مراد ہو اور صرف دو مقاموں پر دوسرا معنے جو قرآنی محاورہ کا صریح مخالف ہے لیکر اپنا دل ٹھنڈا کیا جائے۔ ہم اس مقدمہ میں ایک نظیر پیش کر کے اہل انصاف سے فیصلہ چاہتے ہیں کہ جس طرح قرآن مجید میں توفی کا لفظ حضرت مسیح کے بارہ میں مستعمل ہوا ہے اسی طرح یہ لفظ دو بار ہمارے سید و مولے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں بھی بولا گیا ہے اور وہ یہ ہے فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَإِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِلَيْنَا يُرْجَعُونَ ۝ اے پیغمبر صبر سے بیٹھے رہو۔ بیشک! خدا کا وعدہ برحق ہے تو عذاب کے جیسے جیسے وعدے ہم ان لوگوں سے کرتے ہیں۔ اُنہیں سے کچھ تم کو دکھلائیں یا ان وعدوں کے واقع ہونے سے پہلے تم کو موت دیکر دنیا سے اٹھا لیں۔ بہرکیف اُنکو ہماری طرف لوٹ کر آنا ہی ہے۔ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے یہی وفات و موت کا معنے لینا اور حضرت مسیح کے بارہ میں معنے متعارف سے انحراف کرنا اور قرآنی اصطلاح و محاورہ کو بدل کر ایک دوسرا معنے تراشنا اگر یہ الحاد و تحریف نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے؟ یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ الفاظ قرآنیہ اپنے معنے کی تفہیم کے لئے غیر کے ہرگز محتاج نہیں ہیں۔ قرآن شریف میں ہر ایک لفظ کے لئے شواہد بکثرت موجود ہیں۔ اسی صوم صلوٰۃ کو دیکھو کہ بیسیوں جگہ میں یہ دو لفظ اپنے معنی متعارف میں مستعمل ہوئے ہیں۔ اگرچہ لغت میں اور معنے کے لئے بھی آئے ہیں۔ پس کسی مومن کی یہ جرأت ہو نہیں سکتی کہ ان دو لفظوں کے معنے لغوی جو محاورۂ قرآنیہ کے خلاف ہیں لیکر یہ کہے کہ

توفّے کا معنے بھر لینے کا کیا ہے۔ اب تک میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہاں اسکا کیا مفہوم ہے
شاید یہی ہوگا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ اے عیسےٰ! میں تجھکو کسی تھیلے میں بھرنے والا ہوں۔ اور
اسکے ایفاء میں حضرت عیسےٰ یوں فرماتے ہیں کہ اے رب! جب تونے مجھے تھیلے میں بھر لیا تو تو
ان کا نگہبان تھا۔ اور ایسا بھی معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانہ میں کہ جس زمانہ میں شاہ عبدالقادر رح
و شاہ رفیع الدین رحمتہ مرنے کے معنے بھرنے کے مستعمل تھے۔ کیونکہ کئی جگہہ اُنھوں نے مرنے کی معنے
بھرنے کے لکھے ہیں۔ چنانچہ سورہ الم سجدہ رکوع اول اکیسویں پارہ میں اس آیت کا ترجمہ یہ کیا ہے
قُلْ یَتَوَفّٰکُمْ مَّلَکُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُکِّلَ بِکُمْ۔ کہدے کہ بھر لیتا ہے تم کو فرشتہ موت کا جو
تم پر مقرر کیا گیا ہے۔

منصفین ان ترجموں کو دیکھکر یقیناً سمجھ گئے ہونگے کہ یہ ساری خرابیاں توفّے کے اصل معنے کے
ترک کا نتیجہ ہیں۔ اور جو لوگ حضرت عیسےٰ کے زندہ رہنے اور رفع جسمانی کے قایل ہیں تو اُن پر یہ اعتراض
وارد ہوتا ہے کہ حضرت ادریسؑ کے بارہ میں رفع کا لفظ قرآن مجید میں آیا ہے وَرَفَعْنٰہُ مَکَانًا
عَلِیًّا تو کیوں وہاں رفع جسمانی مراد نہیں لیتے اور حضرت ادریسؑ کو زندہ آسمان پر تسلیم نہیں کرتے
جب باتفاق علمائے محدثین و مفسرین معتبرین حضرت ادریسؑ کا زمین پر وفات پانا اور رفع سے
رفع روح بعد موت قرار یافتہ ہے تو یہاں بھی رفع سے قطعاً وہی مُراد ہوگی۔ و نیز بلعم باعور کے حق میں
وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰہُ بِہَا وَلٰکِنَّہٗٓ اَخْلَدَ اِلَی الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ ہَوٰىہُ نازل ہوا۔ یعنے خدا تعالےٰ
فرماتا ہے کہ اگر ہم چاہتے تو بلعم کو اُٹھا لیتے یعنے اُسکے درجہ کو بلند کر کے منازل ابرار تک پہنچا دیتے۔
لیکن وہ زمین (مال و جاہ) کی طرف جُھک پڑا اور اپنی خواہش اور نفس امّارہ کی پیروی کی۔ کیا کوئی
کہہ سکتا ہے کہ یہاں رفع سے مُراد رفع الی السماء ہے اور بلعم آسمان پر اُٹھایا جانے والا تھا۔

سوال۔ حضرت ادریس علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں

جواب۔ جن روایتوں سے اُن کا آسمان پر اس جسد عنصری کے ساتھ جانا معلوم ہوتا ہے
وہ تمامہا مخدوش و غیر معتبر ہیں۔ و نیز آیت وَمِنْہَا خَلَقْنٰکُمْ وَفِیْہَا نُعِیْدُکُمْ سے صاف
واضح ہے کہ جو انسان وجود میں آیا اُسکو ایکدن اسی زمین میں دفن ہونا ہے خواہ وہ نبی ہو یا ولی
اور یہہ قانون اٹل کسی زمانہ میں تغیر پذیر نہیں ہوا اور سلف و خلف کے رات دن کا مشاہدہ
اسپر شاہد عدل ہے۔ اگر کوئی کہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام آسمان پر وفات پا چکے ہیں تو اُس پر
یہ واجب ہوگا کہ ہمیں آسمانی قبرستان کا پتا تبلادے۔ اور اگر کہے کہ وہ بہشت میں اب تک

مقابل میں دوسرے کو کیونکر ترجیح ہو سکیگی و نیز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فلما توفیتنی کا معنے موت ہی کا لیا ہے۔ دیکھو صحیح بخاری۔ اور اسی جگہ حاشیہ میں مولوی احمد علی صاحب محدث سہارن پوری نے ایک حاشیہ لکھا ہے۔ اسی حاشیہ میں لکھا ہے کہ بخاری کا ان دونوں آیتوں کے ایکجا جمع کرنے سے یہی اعتقاد ہے کہ توفی کے معنے موت ہی ہے اور کچھ نہیں پس بخاری نے تظاہر آیات سے ثابت کردیا کہ انی متوفیک اور فلما توفیتنی کے معنے موت کے سوا کچھ نہیں۔۔

حضرت امام الوقت ازالہ میں فرماتے ہیں۔ امام بخاری اسی غرض سے آیۃ کریمہ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ کو کتاب التفسیر میں لایا ہے اور اس ایراد سے اُسکا منشاء یہ ہے کہ تا لوگوں پر ظاہر کرے کہ توفیتنی کے لفظ کی صحیح تفسیر وہی ہے جسکی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اشارہ فرماتے ہیں یعنے مار دیا اور وفات دیدی۔ اور حدیث یہ ہے عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ إِنَّهُ يُجَاءُ بِرِجَالٍ مِنْ أُمَّتِي فَيُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ فَأَقُولُ يَا رَبِّ أُصَيْحَابِي فَيُقَالُ إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ فَأَقُولُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ صفحہ ۶۶۵ بخاری و ۶۹۳ بخاری۔ یعنے قیامت کے دن میں بعض لوگ میری اُمت میں سے آگ کی طرف لائے جائینگے تب میں کہونگا کہ اے میرے رب! یہ تو میرے اصحاب ہیں۔ تب کہا جائیگا کہ تجھے ان کاموں کی خبر نہیں جو تیرے پیچھے ان لوگوں نے کیے۔ سو اُسوقت میں وہی بات کہونگا جو ایک نیک بندہ (یعنی مسیح ابن مریم نے جبکہ اُسکو پوچھا گیا تہا کہ کیا یہ تونے تعلیم دی تہی کہ مجھے اور میری ماں کو خدا کرکے ماننا اور وہ بات (جو میں ابن مریم کی طرح کہونگا) یہ ہے کہ میں جب تک انمیں تھا ان پر گواہ تھا پھر جب تونے مجھے وفات دیدی تو اُسوقت تو تو ہی اُن کا نگہبان اور محافظ اور نگران تھا۔

اس حدیث میں آنحضرت صلعم نے اپنے قصہ اور مسیح ابن مریم کے قصہ کو ایک ہی رنگ کا قصہ قرار دیکر وہی لفظ فلما توفیتنی کا اپنے حق میں استعمال کیا ہے جس سے صاف سمجھا جاتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي سے وفات ہی مُراد لی ہے۔ کیونکہ اسمیں کسی کو اختلاف نہیں کہ آنحضرت صلعم فوت ہوگئے ہیں اور مدینہ منورہ میں آنحضرت کی مزار شریف موجود ہے۔ پس جبکہ فلما توفیتنی کی شرح اور تفسیر آنحضرت صلعم کی نسبت وفات پانا ہی ثابت ہوا اور وہی لفظ حضرت مسیح کے مونہہ سے نکلا تہا اور بطور پر آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جن الفاظ کو مسیح ابن مریم نے استعمال کیا تہا وہی الفاظ میں استعمال کرونگا پس اس سے بکلی منکشف ہوگیا کہ مسیح ابن مریم بھی وفات پاگیا۔ اور آنحضرت صلعم بھی وفات پا گئے۔

قرآن مجید میں جو صوم صلوٰۃ کا لفظ آیا ہے۔ اُس سے روزہ نماز مراد نہیں ہے۔ سو جس طرح صوم صلوٰۃ محاورہ قرآنیہ کی رُو سے اپنے معنے متعارف روزہ و نماز ودرود میں قطعیۃ الدلالت ہے۔ گو لغت میں دوسرے معنے بھی اُن کے آئے ہیں۔ اسی طرح توفی کا معنے اصطلاح و محاورہ قرآنیہ کی رُو سے بلاشبہہ و شک اپنے معنے متعارف میں قطعیۃ الدلالت بلاشبہہ و شک ہے۔ حالانکہ لغت میں بھی جابجا توفی کے معنے موت ہی ہیں۔ (فافہم وانصف)

سوال اگر کوئی کہے کہ اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِہَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِہَا فَیُمْسِکُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْہِ الْمَوْتَ وَیُرْسِلُ الْاُخْرٰی اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی ۔ لوگوں کے مرنے وقت اللہ روحوں کو اپنے پاس بلا لیتا ہے اور جو لوگ مرے نہیں اُن کے سوتے وقت اُن کی روحیں بھی خدا کے ہاں بُلائی جاتی ہیں تو جنکی نسبت خدا موت کا حکم صادر کر چکا ہے اُن کو تو اپنے ہاں روکے رہتا ہے اور باقی سونے والوں کو ایک وقت مقررہ تک پھر دنیا میں بھیج دیتا ہے۔

ھُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ بِالَّیْلِ وَیَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّہَارِ ثُمَّ یَبْعَثُکُمْ فِیْہِ لِیُقْضٰی اَجَلٌ مُّسَمًّی (ترجمہ) وہی ہے جو رات کے وقت نیند میں ایک طرح پر تمہاری روحیں قبض کر لیتا ہے۔ اور جو کچھ تم نے دن میں کیا تھا وہ اسکو بھی جانتا ہے۔ پھر دن کے وقت اُٹھا کر کھڑا کرتا ہے کہ رات دن کی آمد و رفت کی وہ میعاد حیات جو اُسکے علم میں مقرر ہے ایک دن پوری ہو۔

جواب ان دونوں آیتوں میں باتفاق طرفین توفی سے نیند مراد ہے۔ میں کہتا ہوں چونکہ نیند ایک قسم کی موت ہی اور دونوں میں قبض روح ہے۔ کسی میں قبض تام کسی میں ناقص۔ اسلئے کہتے ہیں۔ اَلنَّوْمُ اَخُو الْمَوْتِ۔ پس ان دو آیتوں میں توفی کا نوم پر اطلاق کرنا مجازاً ہے نہ حقیقتاً جبکہ قرینہ قویہ صارفہ بھی موجود ہے یعنے بِالَّیْلِ اور فِیْ مَنَامِہَا بخلاف آیۃ یاعیسٰی انی مُتَوَفِّیْکَ اور فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کے کہ ان میں کوئی قرینہ قویہ نہیں کہ جس سے نیند کا معنے لیا جائے۔ اور کوئی دوسرا معنے لیکر اپنا دل ٹھنڈا کیا جاوے یہاں جو معنے اول متبادر فی الذہن ہوتا ہے وہ صرف موت ہی ہے۔ اور بلا وجہ نصوص کو اپنے ظاہر معنے سے پھیرنا کسی دیانت دار مسلمان کا کام نہیں ہے۔ اور نیز آیات ما بہ البحث میں اس معنے کا استعمال بالکل غلط و غیر موزوں ہے جیسا کہ ابھی اسکے پہلے گذرا فتذکرہ۔ اور اس بارہ میں اس سے بڑھکر کیا کوئی بات اطمینان بخش و تسلی دہ ہو سکتی ہے کہ بخاری شریف جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے اُسکی کتاب التفسیر میں حضرت ابن عباسؓ جیسے صحابی مفسر قرآن نے یٰعِیْسٰٓی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ کا معنے مُمِیْتُکَ لکھا ہے۔ پس اس ترجمہ کے

سوال - بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ بھی **رفع الی السماء** کے قایل ہیں

جواب - سوال اول کے جوابات بعینہ اسکے جوابات ہیں بغور ملاحظہ فرمائیے طوالت کی حاجت نہیں - اور واضح رہے کہ ابن عباسؓ کا عقیدہ بعد موت کے رفع الی السماء کا ہے سو ہم کب اسکی مخالفت کرتے ہیں - ہمارا منشا بھی یہی ہے کہ موت کے بعد حضرت عیسےٰ آسمان پر اُٹھائے گئے جیسے اور نبی آسمانوں پر علےٰ حسب المراتب اُٹھائے گئے - دیکھو حدیث معراج کو -

سوال - آیت **ثُمَّ بَعَثْنَاكُمْ مِنْ بَعْدِ مَوْتِكُمْ** الآیۃ اور حضرت عزیر وغیرہ کے واقعات میں موت سے مراد غشی لی گئی ہے - متوفیك کے معنے **ممیتك** جو بخاری کی کتاب التفسیر میں آیا ہے چاہیئے کہ وہاں بھی غشی کا معنے لیا جائے

جواب - جب اکثر آیات و احادیث صحاح اس بات پر یقین دلاتی ہیں کہ مُردہ دوبارہ دنیا میں آکر زندگی بسر نہیں کرتا - جس سے بعد دخول کے جنت دوزخ سے نکلنا اور دوبارہ موت کا مزہ چکھنے کا استحالہ لازم آتا ہے - اسلئے ان دونین آیتوں میں غشی کا معنے لیکر تعارض قرآنی کو دفع کیا گیا بخلاف اس مقام کے کہ معنے متعارف سے انحراف کے لئے کوئی وجہہ وجیہہ معلوم نہیں ہوتی - بلکہ ایک اعتراض یہ پیدا ہوتا ہے کہ مولےٰ کریم کی حضرت عیسےٰ کو بیہوش کر کے اُٹھا لینے میں کیا مصلحت تھی؟ کیا باہوش اُٹھانا اُسکے قبضۂ اقتدار سے خارج تھا جو ایک امر مستحسن ہے - اور بغور یاد رکھو کہ اگر ہم اس غشی کو مان بھی لیں تاہم معترض کا کوئی مدعا حاصل نہیں ہوتا - اسلئے کہ حالت غشی میں محض قبض روح ناقص پر ہوا کرتا ہے جیسا کہ حالت نیند میں - اور جسم خاکی تو یہیں کا یہیں پڑا رہتا ہے ایک گز بھر بھی اُس کے لئے رفع نہیں ہے - پس **یا عیسی انی متوفیك و رافعك الی** کا ترجمہ یہ ہوا کہ اے عیسےٰ! میں تجھپر غشی ڈال کر تیری روح کو اُٹھانے والا ہوں - اسکے الفاظ میں حضرت عیسےٰ نبی فرماتے ہیں کہ اے ربّ! جب تو نے مجھکو بیہوش کر دیا تو تو ہی میری قوم کا نگہبان تھا حاصل کلام یہ کہ اس بے ربط و غیر موزونی کلام کے باوجود رفع جسم الی السماء کسیطرح ثابت نہیں ہوتا ہے اور جسقدر ثابت ہے وہ یہی کہ حالت غشی میں رفع روح کیا گیا - یہ کس بلا کی صندوٹ ہے کہ اثبات مدعا میں راہ راست کو چھوڑکر ادہر اُدہر ناحق کی سرگردانی ہے - **توفی** جو صاف فوت و موت پر دلالت کرتا ہے پہلے اس سے مونہہ پھیر لیا جب اصح الکتب بخاری شریف میں اسکا معنے موت ہی نکلا تو پھر موت کے حقیقی معنے سے گریز کر کے معنے مجازی (غشی) کے پیچھے ہو لئے - کیا خوش طلبی اسی کو کہتے ہیں؟ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ایسی کھینچا تانی اور تاویل لاطایل میں بجز اسکے اور کیا نتیجہ نکل سکتا ہے کہ ایک آدہ آیت و حدیث بھی اپنے معنے میں قطعیۃ الدلالت ہرگز

اور دونوں برابر طور پر آیت فلما توفیتنی سے متاثر ہیں۔ اسی وجہ سے امام بخاری اس آیت فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِی اور متوفیک کتاب التفسیر میں لایا تا وہ مسیح ابن مریم کی نسبت اپنے مذہب کو ظاہر کرے کہ حقیقت میں وہ اسکے نزدیک فوت ہو گیا ہے یہ مقام سوچنے اور غور کرنے کا ہے کہ امام بخاری آیت فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِی کو کتاب التفسیر میں کیوں لایا۔ پس ادنےٰ سوچ سے صاف ظاہر ہوگا کہ جیسا کہ امام بخاری کی عادت ہے اسکا منشاء یہ تھا کہ آیت فلما توفیتنی کے حقیقی اور واقعی معنے وہی ہیں جن کی نسبت آنحضرت صلعم نے اشارہ فرمایا ہے سو اسکا مدعا اس بات کا ظاہر کرنا ہے کہ اس آیت کی یہی تفسیر ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پر وارد کرکے آپ فرمائی ہے۔ یہ بھی واضح رہے کہ اس طرز کو امام بخاری نے اختیار کرکے صرف اپنا ہی مذہب ظاہر نہیں کیا بلکہ یہ بھی ظاہر کردیا کہ آنحضرت صلعم اس آیت فلما توفیتنی کے یہی معنے سمجھتے تھے۔ تبھی تو انہیں الفاظ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِی کو بغیر کسی تبدیل و تغییر کے اپنی نسبت استعمال کرلیا۔

سوال تفسیر درمنثور اور ابن کثیر میں لکھا ہے قَالَ الْحَسَنُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِلْیَھُوْدِ اِنَّ عِیْسٰی لَمْ یَمُتْ وَاِنَّہٗ رَاجِعٌ اِلَیْکُمْ قَبْلَ یَوْمِ الْقِیَامَۃِ یعنے حضرت نے یہود سے فرمایا کہ عیسےٰ نہیں مرے اور وہ تمہاری طرف قیامت سے پہلے آئینگے۔

جواب ۱ اول معترض پر واجب ہے کہ اس روایت کو بالاسناد بیان کرے ہم اسکے راویوں میں ایک نظر ڈالینگے۔ اور جب تک راویوں کی جانچ نہو لے تو کسطرح یہ روایت باب اعتقادات میں چل نہیں سکتی کیا لا یخفی

جواب ۲۔ بشرط صحت روایت اس حدیث کا رتبہ مرسل سے بڑھکر نہیں اور عقاید و ایمانیات میں آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ متصلہ مرفوعہ کا ہونا ضروریات سے ہے۔

معترض صاحب! اس روایت سے آپ ہرگز کامیاب ہو نہیں سکتے۔

جواب ۳۔ قرآن مجید کی تیس آیتیں جو صراحتہً و اشارۃً وفات حضرت مسیح ابن مریم پر دلالت کر رہی ہیں اس روایت کی سخت مکذب ہیں

جواب ۴ یہ مسئلہ متفق علیہا ہے کہ امام بخاری کی روایت تمام محدثین کے نزدیک امام مسلم کی روایات پر بھی مقدم ہے۔ جب اصح الصحاح صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس ابن عمر رسول اکرم و خود بنفس نفیس رسول مکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے قول فیصل سے موت ثابت ہوئی تو ایسی ایری غیری رطب و یابس روایتوں کو بجز اسکے کہ کسی بڑے صندوق کے ایک کونے میں ڈال رکھیں۔ ہمارے نزدیک بلکہ جمیع اہل اسلام کے نزدیک کچھ اور وقعت نہیں ؛؛

قطعیۃ الدلالت نہیں تو اُن کا پیش کرنا بالکل بے محل ہے اور جسکو قطعیۃ الدلالت سمجھا تھا اُسکا بھانڈا ایسا پھوٹا۔ اور اسقدر دوسرے احتمالات قویہ پیدا ہوگئے کہ اب ایک ادنیٰ استعداد کا طالب العلم بھی اُسکو حیات مسیح میں قطعیۃ الدلالت کہنے سے شرم رکھتا ہے۔ مخالفین کو جب قرآن و حدیث میں حیات مسیح علیہ السلام کے لئے کوئی دلیل نہیں ملتی تو پُرانے عقیدہ لغو بیہودہ کی تائید میں نظم قرآن کو درہم برہم کرنے پر بھی آمادہ ہو جاتے ہیں۔ اور کہہ بیٹھتے ہیں کہ درحقیقت آیت قرآنی یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی میں تقدیم و تاخیر ہے رافعک الیّ پہلے ہونا چاہیے۔ اور انی متوفیک بعد میں۔

منصفو! خدا کے لئے سوچو کہ یہ قرآن کی اصلاح اور اللہ جل جلالہ کی غلط بیانی کی تصحیح ہے یا نہیں جو کلام ابلغ و افصح ہونے میں حد اعجاز تک پہنچ چکا ہے اور جس کا حرف حرف موتی کی لڑی کی مانند اپنے محل پر نہایت موزوں و چسپاں مانا گیا ہے۔ آج اُسکی دُرِ منظوم کو اپنے خیال فاسد کے خلاف پاکر اُس کے توڑنے اور انتشار کرنے میں زور دیا جارہا ہے اور جب دیکھا کہ اس تقدیم و تاخیر سے بھی کچھ ہاتھ نہ آیا۔ اور رفع کے ساتھ ہی موت ثابت ہوگئی تو ایک غضب اور ڈھایا کہ بے دھڑک رافعک الیّ کے بعد و منزلک الی الارض ثم متوفیک کا جملہ بڑھا دیا۔ اور کہا کہ اصل میں یوں ہی ہونا چاہیئے تھا۔

اس قسم کی تحریف علمائے یہود بہت کچھ کیا کرتے تھے۔ قرآن مجید ان کی ایسی جسارت پر سخت مخالفت ظاہر کرتا ہے اور جابجا مذمت کرتا ہے۔ قرآن مجید کے ابلغ نظام کو درہم برہم کرنے والے ایک نظر اس آیۃ کریمہ پر بھی ڈالیں۔ الحمد للہ الذی انزل علی عبدہ الکتاب و لم یجعل لہ عوجا یعنے تمام محامد اور شکر اُس ذات پاک کے لئے ہیں کہ جسنے اپنے بندے (محمد صلعم) پر کتاب (قرآن) نازل فرمائی۔ اور اس کتاب کو ٹیڑھا نہیں بنایا۔ ہر ایک الفاظ معنے کی حیثیت اپنے اپنے محل پر نہایت بے مثل و درست ہیں اُسے بشری اصلاح کی کچھ بھی حاجت نہیں اور نیز اتنک ثابت نہیں ہوا کہ ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کسی آیت میں اس قسم کی تقدیم و تاخیر کو جائز کہا ہے تو پھر آج وہ کون ہے کہ اس باب میں اُسکی بات واجب العمل قرار پائے۔ پس یہی آیۃ موصوفہ تمام اقوال کی تکذیب کے لئے کافی و وافی ہے۔ صحیح روایت میں آیا ہے کہ جب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ سعی صفا سے شروع کریں یا مروہ سے تو ارشاد ہوا ابدؤا بما بدأ اللہ۔ یعنے جسطرح اللہ تعالےٰ نے اپنے کلام پاک میں صفا سے شروع فرمایا ہے تم بھی وہیں سے شروع کرو۔ اسمیں اشارہ ہے کہ نظم قرآنی میں تقدیم و تاخیر کسیطرح جائز نہیں۔ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب

سوال - ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ان دو آیتوں میں توفی موت ہی کے معنے میں ہے مگر یہ احتمال ہے

ٹھہر نہیں سکتی جسکا انجام یہ ہوگا کہ جملہ احکام الٰہی واجب العمل ہونے سے قاصر رہینگے اور یہ اصول کی بات ہے
کہ جب کوئی اہل لسان ایک لفظ کی تفسیر کرنا چاہتا ہے تو اُسکی تشریح میں ایسا لفظ استعمال کرتا ہے
کہ جو بالکل عام فہم اور سہل ہو۔ اسی لفظ توفی کو دیکھو کہ جب لغت میں اسکے متعدد معنے پائے جاتے
تھے تو امام المحدثین محمد اسمعیل بخاری نے فصیح و بلیغ اہل لسان حضرت ابن عباس مفسر قرآن سے
موت کے معنے کو مخصوص کر کے یہ فیصلہ کر دیا کہ آیت یا عیسیٰ انی متوفیک میں سوائے
موت کے کوئی دوسرا معنٰے نہ لیا جاوے ورنہ قرآنی محاورہ کا خلاف پڑیگا۔ اور یہ قطعاً مذموم ہے۔ اور
اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ ایک حدیث صحیح جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلی تھی سنداً
پیش کر کے اپنے فیصلہ کو قطعی اور ناطق ٹھہرا دیا جزاہ اللہ عنی وعن سائر المسلمین۔ یقیناً انصاف کا
خون کرنا پڑیگا کہ اگر ہم ایسے کھلے اور صاف و بیّن فیصلہ سے انحراف کر کے کسی دوسرے لغوی و مفسر کے قول کو
اسکے مقابل میں پیش کریں جس سے محاورۂ فرقانی کی صریح مخالفت کے ساتھ حضرت رسولخدا اور ابن عباس
علیہم التحیۃ والثنا اور امام بخاری کی کسرشان اور اُن کی تفسیر کی تذلیل ہے اعاذنا اللہ منہا۔ پس
توفی کے عام فہم مفسر معنے کی تفسیر کرنی اور یہ کہنا کہ توفی بمعنے موت اور موت بمعنے غشی ہے اور غشی
بمعنے فلاں اور فلاں بمعنے فلاں الیٰ غیر نہایۃ۔ درحقیقت الفاظ کی تفسیر کے لئے تسلسل کے سلسلہ کو رواج
دینا ہے جو بالبداہتہ باطل ہے۔ اور ہم ابھی ابھی اس معنے غشی کی تحقیق سے بھی فارغ ہو چکے ہیں کہ
یہ معنے بھی اس مقام پر معترض کے لئے ایک ذرہ بھر مفید نہیں۔

آخر میں ہم یہ بھی عرض کر دینے ہیں کہ امام زمان مسیح موعود نے بڑے زور کے دعوے کے ساتھ اشتہار
دیا ہے کہ اگر کوئی شخص محاورہ عرب قدیم و جدید و قرآن و حدیث میں یہ بتلا وے کہ لفظ توفی جسوقت
اُس کا فاعل اللہ۔ اور اُسکا مفعول کوئی ذی روح ہو اور قبض روح کے سوا کسی اور معنے میں مستعمل ہوسکتا ہے
یا ہوا ہے تو اسکے لئے **ہزار روپیہ کا انعام** ہے۔ اور اُسکی وفا پر قسم بھی یاد فرمائی ہے۔

کدہر ہیں وہ مسجدوں کے ملاں و واعظ؟ جو پیسے دو پیسے کی غرض سے گاؤں
گاؤں پھیری کرتے ہیں۔ اور منبر پر بیٹھکر عوام کی خواہش کے موافق وعظ کیا کرتے ہیں۔ **آج اٹھیں**
اور اس رقم کثیر کے لینے میں کوشش کریں۔ وَانّٰی لھم ذٰلک

اگر قائلین حیات مسیح مایوس ہو کر وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ و آیت وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ
وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ پیش کریں تو ہمیں اسکے جواب میں یہی کہدینا کافی ہے کہ ان دو آیتوں کو
مابہ النزاع سے کچھ تعلق نہیں و نیز جب آپ کے نزدیک بھی یہ دو آیتیں اور آیت بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ

کیا ہر فعل پر معاً نتیجہ مترتب نہیں ہوتا؟ قرآن کریم کے معارف کی عدم واقفیت شاید معترض کے لیئے یہاں بھی ٹھوکر ہی کا موجب ہو۔ مگر سلیم الفطرت غور کر کے حظ اُٹھا سکتے ہیں۔

سوال ۔ موت کے بعد جب رفع روح ہوا کرتا ہے تو متوفیک کے بعد رافعک الی کی کیا حاجت تھی ضرور اس بارہ میں کوئی نہ کوئی رمز غامض ہوگا۔

جواب ۔ بیشک بعد مرگ رفع روح ہوا کرتا ہے مگر مسیح ابن مریم کے لئے توفی کے بعد رفع کا ذکر ایک بڑے بھاری الزام کے دُور کرنے کے واسطے واقع ہوا ہے۔ توریت کا حکم تھا کہ مصلوب کی موت لعنتی موت ہوا کرتی ہے۔ اسلئے بد ذات یہودی علماء نے یہ منصوبہ باندھا کہ اگر یسوع مسیح سولی پر چڑھا دیا جاوے اور وہیں سے مردہ اُتارا جائے تو حسب ہدایت توریت سب پر کھل جائیگا کہ یسوع اگر سچا نبی ہوتا تو ہرگز صلیبی موت اُسے نہ ہوتی۔ اسلئے اللہ عزوجل نے ہمارے پیشوا سید و مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے اس تہمت کو اسطرح دفع فرمایا کہ مسیح طبعی موت سے مرکر باعزت آسمان پر اُٹھایا گیا۔ ہرگز صلیبی موت سے نہیں مرا جو درحقیقت لعنتی موت ہے یہودی اس باب میں جھوٹے ہیں۔

سوال اس مسئلۂ حیات حضرت مسیح ناصری میں مرزا غلام احمد قادیانی متفرد ہیں کوئی اُنکے ساتھ نہیں ہے

جواب ۔ یہ اعتراض عدم فکر و خوض سے پیدا ہوا ہے۔ جسکے پلے خدا اور رسول ہوں اور کتاب و سنت اُسکی تائید کرے تو اُسکو دوسرے کی عدم شرکت سے کیا پرواہ ہے؟ و نیز امام مالک رحمۃ اللہ وفات عیسےٰ کے قائل ہیں۔ اُن کے مقلدین بھی اس باب میں اپنے امام کے تابع ہونگے۔ حضرت ابن عباس و ربیع و وہب و امام المحدثین محمد بن اسمٰعیل بخاری کا عقیدہ معطوف ہے اور ابن تیمیہ و ابن قیم حنبلی و ابن حزم کا بھی یہی مسلک ہے۔ حضرت عائشہؓ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بلکہ کل صحابہ کا اسپر اجماع ہو چکا ہے جبکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات پر نزاع پیدا ہوا اور حضرت عمرؓ نے کہا کہ اگر کوئی کہیگا کہ رسول اللہ صلعم وفات پا گئے تو میں اُسکو قتل کر دونگا۔ اُسوقت حضرت ابوبکر صدیق نے خطبہ پڑھا۔ اور یہہ آیت پڑھی ما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افان مات (الی الآیۃ) اسپر حضرت عمرؓ خاموش ہو گئے۔ اور یہہ فرمایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت ابھی اُتری ہے۔ اب اگر رسول اللہ صلعم سے پہلے کوئی نبی زندہ تھا تو حضرت ابوبکر کے اس استدلال پر اعتراض کیا جاتا۔ مگر نہیں سب صحابہ نے تسلیم کر لیا اور اس مسئلہ پر اجماع ہو گیا۔ کیا اب بھی مرزا صاحب کو منفرد کہو گے؟ بلکہ حکیم الامت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے فوز الکبیر میں اپنا بھی مذہب لکھا ہے۔

قائلین حیات مسیح کے لئے جب قرآن کریم سے کچھ تائید نہیں ملتی تو آیت وما اتاکم الرسول

کہ یہ موت بعد نزول من السماء ہو کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کا حضرت باری میں یہ عرض و معروض دنیا میں نہیں ہے دوسرے عالم میں ہے:۔

جواب (۱) فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنتَ أَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ کے پہلے آیت إِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى أَأَنتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ الخ میں قَالَ ماضی کا صیغہ ہے اور إِذْ جو خاص ماضی کے لئے مقرر ہے وہ بھی اسکے اول موجود ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کے جواب میں بھی ماضی کا صیغہ ہی آیا ہے۔ یعنے فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي جس سے بداہت ثابت ہوتا ہے کہ آیت کے نزول کے وقت یہ قصہ زمانہ ماضی کا تھا نہ زمانہ استقبال کا۔ اور اہل علم پر مخفی نہیں ہے کہ اس قسم کے قصص قرآن کریم میں بکثرت پائے جاتے ہیں دیکھو وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً ۔ وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ آزَرَ کیا کوئی ذی علم یہ ثابت ہو کہ سے نکال سکتا ہے کہ خدا تعالےٰ کسی زمانہ مستقبل میں فرشتوں سے اس بارہ میں پوچھیگا اور ابراہیم خلیل اللہ آئندہ کسی زمانہ میں اپنے باپ آزر سے صنم پرستی پر اعتراض پیش کرینگے۔ ہرگز نہیں

جواب (۲) اس صورت میں رَافِعُكَ إِلَيَّ کو إِنِّي مُتَوَفِّيكَ پر مقدم ماننا بلکہ ایک جملہ وَمُنْزِلُكَ إِلَى الْأَرْضِ اسپر بڑھانا پڑیگا۔ اور ہم ابھی اسکی قباحت کو لکھ چکے ہیں۔

جواب (۳) قرآن مجید میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قبل قیامت و بعد مرگ عالم برزخ میں موتے سے پرسش ہوا کرتی ہے۔ پس احتمال ہے کہ حضرت عیسیٰ کی موت کے بعد ہی قبل نزول آیت موصوفہ یہ سوال جواب ہوا ہو جسپر لفظ قَالَ اور إِذْ اور فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي دلالت کرتا ہے دیکھو فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ يَا لَيْتَ قَوْمِي يَعْلَمُونَ بِمَا غَفَرَ لِي رَبِّي وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُكْرَمِينَ - اور جابرؓ کی حدیث جو قریب میں مذکور ہو گی اس باب میں صریح الدلالت ہے

جواب (۴) اگر ہم مان بھی لیں کہ یہ وفات بعد نزول من السماء ہے تو اسوقت یہ قبول کرنا پڑے گا کہ اب تک حضرت مسیح ابن مریم کی امت نہیں بگڑی شریعت موسویؑ وارشاد عیسوی پر قایم ہے۔ اور یہ خیال بالبداہت غلط ہے جیسا کہ مشاہدہ سے ظاہر ہے۔ غور کرو آیت مذکور میں۔ (سوال) اگر کوئی کہے کہ آیت میں یوم کا لفظ موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سوال و جواب قیامت میں ہو گا۔ (جواب ۱) صرف لفظ یوم سے ہرگز یہ ثابت ہو نہیں سکتا کہ یہ واقعہ یوم الحشر والنشر میں ہو گا۔ بلکہ حدیث میں آیا ہے مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهُ ۔ ہر شخص کے لئے موت کے ساتھ ہی یوم قیامت شروع ہو جاتا ہے (جواب ۲) یوم سے مراد یوم القیمۃ ہی نہیں۔ بلکہ قرآن کریم میں یوم کا اطلاق مختلف معنوں میں آیا ہے پھر مخصوص بہ یوم القیمۃ کیونکر ہو سکتا ہے؟ کاش مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ پر ہی معترض غور کرتا۔ کیا جزا سزا کا سلسلہ ہر آن جاری نہیں ہے

سوال

جواب ۱

جواب ۲

نہتک جائز نہیں - اصل یہی ہے کہ مسیح موعود امت محمدیہ کا فرد کامل ہوگا - اور اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ عامل بالکتاب اور عامل بالسنۃ کا اعلےٰ نمونہ ہوگا - یہ مسیح موعود کی رفعت شان کی دلیل ہے کچھ اور -

سوال بعض روایت میں عیسٰے نبی اللہ آیا ہے تو امتی کیونکر مراد ہوسکیگا

جواب جب براہین قاطعہ اور دلایل ساطعہ سے عیسٰے علیہ السلام کی موت ثبوت کو پہنچ چکی ہے - اور مردہ کا دوبارہ دنیا میں آنا خلاف عقل ونقل ہے تو یہاں یقیناً معنے حقیقی مراد نہیں ہے - جسطرح اس امام کا لقب ابن مریم مسیح عیسٰے ہے - ایسا ہی یہاں اسکو استعارۃً نبی بھی کہا گیا ہے - اور اسمیں کوئی استحالہ لازم نہیں آیا بلکہ اسمیں اشارہ ہے کہ وہ ملہم من اللہ ہوگا اور یہاں نبی سے مراد مخبر ومحدث ہے - قرآن مجید میں کئی جگہ غیر رسول کو رسول کا خطاب دیا گیا ہے - ونیز جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا اور لا نبیّ بعدی کا فرمانا یقین کے درجہ کو پہنچ چکاہے - اور بعد مرگ اہل جنت کا جنت سے خارج ہونا بھی بلاشبہ قرآن واحادیث صحاح کے خلاف ہے تو یہاں کیونکر نبی اللہ سے صاحب کتاب ووحی ونبوت تامہ مراد لینا جائز ہوگا؟ بلکہ ایک مسلمان عیسٰے لقب محدث مخبر مامور من اللہ کا معنے نہایت چسپاں ہے جس سے تمام مشکلات عقلی ونقلی زایل ہوجاتی ہیں - اور یہ بھی حدیث صحیح سے ثابت ہوتا ہے کہ عیسٰے دو ہیں ایک نبی بنی اسرائیل جسکا رنگ سرخ اور جس کے بال گھونگر یالے ہیں - دوسرا قاتل دجال وکاسر صلیب جس کا رنگ گندم گوں اور بال سیدھے ہیں - اور ظاہر ہے کہ ایک شخص کے حلیے دو نہیں ہوسکتے - اور ایک بات یاد رکھنے کے لایق ہے کہ طبعاً زندہ کی موانست مُردہ کے ساتھ نہیں ہوا کرتی اور اللہ جلشانہٗ ایسی دو ضد کو ایک جا کرکے اُن کی آسایش میں خلل کلی ڈالنا نہیں چاہتا - پس حضرت عیسٰی اگر یحیٰی بن زکریا علیہم السلام کے ہمرنگ نہیں ہیں تو آسمان پر یہ دونوں کسطرح مغایرانہ زندگی کے ساتھ ایک جگہ رہ سکتے ہیں؟ ایک کو مرنیکے بعد نورانی جسم عطا ہواہے - جسے کہانے پینے پیشاب پاخانہ کی ضرورت نہیں - دوسرا جسمانی زندگی کے سبب ان سب چیزوں کا اشد محتاج ہے - فتفکروا یا اولی الالبابا واللہ اعلم بالحق والصواب

سوال - عیسٰے علیہ السلام کی حیات جسمانی پر اجماع منعقد ہوچکاہے اور اجماع کا مخالف گمراہ ہے -

جواب - اجماع کا رتبہ کتاب وسنت کے بعد ہے - جب کتاب اللہ وسنت رسول اللہ وفات عیسٰے پر بالصراحت دلالت کرتی ہیں تو پھر اجماع کا ذکر عبث ہے - ونیز اجماع کا دعوے بے دلیل سا معلوم ہوتاہے - اسلئے کہ تفاسیر معتبرہ میں حیات عیسٰے کے ساتھ دوسرے اقوال جو اُسکے منافی ہیں موجود ہیں - اور کتب اصول میں مصرح ہے

فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا پکڑ پکڑ کر بڑے زور سے احادیث نبویہ پر ہاتھ ڈالتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ابن مریم کا آسمان سے اُترنا احادیث صحیحہ متواترہ سے ثابت ہے جو وحی غیر متلو ہے۔ یہ نزول اُن کے حیات جسمانی پر ایک قوی دلیل ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ سب صحیح و درست۔ ہم بھی نزول مسیح موعود کو تسلیم کرتے ہیں اور حدیث صحیح متصل مرفوع کو وحی غیر متلو مانتے ہیں۔ مگر گذارش یہ ہے کہ جب وحی متلو (قرآن مجید) جسکا حرف حرف تواتر کے انتہائی نقطہ تک پہنچ چکا ہے وفات مسیح کو بالصراحت بیان کرے اور اُس کے عدم تسلیم میں چند در چند قباحتوں کا سامنا ہو جیسا کہ اہل علم پر مستتر نہیں ہے تو یہاں ابن مریم سے مسیح ناصری رسول بنی اسرائیلی مراد لینا کیونکر جائز ہوگا؟ اور اس میں اُن کے لئے دوبارہ دنیا میں آنا اور دو موت کو اُن کے لئے تجویز کرنا لازم آتا ہے یا نہیں۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ مسیح ابن مریم اور مسیح موعود کا حلیہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جُدا جُدا بیان فرمایا ہو پھر بھی نزول مسیح موعود سے اسرائیلی مسیح لینا کونسی **دانشمندی** ہے؟ پس نہایت صفائی سے مسئلہ اسطرح حل ہوسکتا ہے کہ جب اکثر پیشگوئیاں استعارہ سے بھری ہیں تو یہاں ابن مریم سے **ایک مسلمان** امت محمدی صلعم مراد ہے جس کا لقب **عیسٰے مسیح دوران** ہے۔

بخاری و مسلم کی حدیث بالوضاحت اس بات پر دلالت کرتی ہے پڑھو كَيْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيْكُمْ وَاِمَامُكُمْ مِنْكُمْ۔ **وامامكم منكم** جو ابن مریم کی صفت یا نَزَلَ کے فاعل سے حال یا مفسّر واقع ہوا ہے بغور دیکھو مِنْكُمْ کا لفظ صاف بتلا رہا ہے کہ خطاب امت محمدی صلعم کی طرف ہے۔ یعنے اے امت محمدیؐ! ابن مریم کوئی غیر نہیں ہے تمہارے جیسا ایک مسلمان میرا غلام اور تمہارا امام ہے

سوال امام مسلم اپنے صحیح میں رسول صلعم سے روایت کرتے ہیں کہ ابن مریم کتاب اللہ اور تمہارے رسول کی سنت پر عامل ہوگا۔ اگر کوئی امتی مراد ہوتا تو اس قید کی کیا حاجت تھی؟ بالضرور یہاں عیسٰے نبی مراد ہیں۔

جواب۔ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اُس امام کی عظمت و رفعت شان جسکے وہ لائق تھا بار بار زبان فیض ترجمان سے فرما چکے ہیں تو اسکے ساتھ ہی اس شبہہ کو بھی دُور فرما دیا کہ وہ کوئی نبی صاحب کتاب نہیں ہے بلکہ ایک مسلمان کتاب اللہ اور تمہارے نبی کی سنت کا پیرو ہے۔ اس سے تو اور بھی وضاحت کے ساتھ معلوم ہوا کہ مسیح موعود امت محمدی ہی کا ایک **کامل فرد** ہوگا۔ ورنہ اگر مسیح اسرائیلی مراد ہوتا تو یہ ذکر نہ کیا جاتا کیونکہ نبی اپنے عہدہ سے معزول نہیں ہوا کرتا۔ اور جب وہ رسول صلعم کی سنت کے متبع ہوئے تو صاف ظاہر ہے کہ وہ امتی ہوئے۔ اور کتاب اللہ یعنے قرآن کریم کے حامل ہوکر توریت اور انجیل سے دستکش ہوئے۔ پھر تم ہی انصاف کرو کہ وہ اپنے درجہ سے گرے یا نہیں؟ اور یہ

نہیں ہے کہ آیۃ محکم کو اٹھا کر آپ اسکی جگہہ قایم ہوسکے

اور بعض شارحین حدیث کا یہ کہنا کہ اخذ جزیہ کا حکم عیسیٰ علیہ السلام کے نزول تک محدود ہے عجیب حیرت انگیز ہے۔ اور اس میں ایک قسم کی تحریف معنوی پائی جاتی ہے۔ اور حکم قرآنی کے نسخ کی بو آتی ہے۔ ہمارا یہہ جواب یضع الجزیہ کے تسلیم پر موقوف ہے۔ اسلئے کہ بخاری کے معتبر و صحیح نسخوں میں یضع الحرب آیا ہے۔ یعنے مسیح ابن مریم لڑائیوں کو اٹھا دیگا یعنی لڑائی سے اسے کچھہ سروکار نہوگا۔ اور براہین قاطعہ سے اسلام کی سچائی ظاہر کر کے تمام ادیان کو باطل و ہلاک کر دیگا اور کفار اسکے سانس سے مرینگے۔

سوال۔ بخاری کی مشہور روایت میں یضع الجزیہ آیا ہے

جواب۔ ابھی بیان کر آئے ہیں کہ اسکی تسلیم میں سخت قباحتیں آتی ہیں۔ لہٰذا یضع الحرب کی روایت قابل اخذ و استناد ہے جس سے قرآنی و حدیثی تعارض بکلی مرتفع ہو جاتے ہیں۔ اگر کہو کہ حضرت عیسیٰ اسوقت معزول کر دیئے جائینگے تو یہ عقیدہ جمہور سلف و خلف کے عقیدہ مسلمہ کے خلاف ہے۔ و نیز مجوزین عزلت عن النبوت کا قول بلا دلیل ہے۔ کوئی آیت و حدیث صحیح اس بات میں انکے پاس نہیں ہے۔

سوال۔ وحی عیسےٰ اور قرآن محمد علیہما السلام میں توارد باللفظ والمعنےٰ ہوگا۔

جواب۔ ہم اس توارد کو تسلیم بھی کر لیں تو اس سے کوئی فایدہ متصور نہیں اسلئے کہ جب حضرت مسیح کی مادری زبان عربی نہیں ہے تو کسطرح اس وحی عربی کو سمجھہ سکینگے۔ اور نیز عجمی پر عربی زبان کی وحی رسالت جسپر کلی و جزوی سارے اوامر و نواہی کا دارومدار ہو یقیناً تکلیف مالایطاق و فعل عبث ہے۔ وَاللّٰہُ تعالےٰ عَنْ ذٰلِکَ عُلُوًّا کَبِیْرًا۔ بفرض محال تشریف آوری کے بعد کسی سے سیکھہ سکھا کر اور شاگرد بنکر زبان عربی پر قادر بھی ہو جائیں تو ختم نبوت کا اعتراض کسطرح اٹھہ نہیں سکتا۔ ہاں! ایک صورت میں یہ تمام مشکلات ہباءً منثورا ہو جاتی ہیں۔ اور وہ یہہ ہے کہ جسطرح بخاری کی وہ حدیث جسمیں ذکر ہے کہ مریم و ابن مریم کے سوا کوئی مولود مس شیطان سے محفوظ نہیں ہے۔ آیۃ قرآنیہ و نصوص قطعیہ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطَانٌ اِلَّا عِبَادَکَ مِنْھُمُ الْمُخْلَصِیْنَ وَسَلَامٌ عَلَیْہِ یَوْمَ وُلِدَ وَیَوْمَ یَمُوْتُ وَیَوْمَ یُبْعَثُ حَیًّا۔ وغیرہا کے مخالف پڑنے کے سبب مریم و ابن مریم سے متقی پرہیزگار جو ان دونوں کی صفت میں ہو مراد لیکر تعارض کو دفع کیا گیا ہے۔ اسیطرح یہاں بھی معنے مجازی لیا جائے۔ اور ابن مریم عیسےٰ مسیح ایک مسلمان کا لقب اور نام قرار دیا جائے تو تمام محالات عقلی و نقلی دور ہو جاتے ہیں اور اس استعارہ کی صحت پر صحیحین کی حدیث متفق علیہ کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم و امامکم منکم قرینہ صارفہ ہے۔

سوال فَبَیْنَمَا ھُمْ کَذٰلِکَ اِذْ اَوْحَی اللّٰہُ اِلٰی عِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ الحدیث صحیح مسلم کی اس روایت

کہ جس مسئلہ میں ایک صحابی یا تابعی کا اختلاف بادلہ بیا ہو تو وہ مسئلہ اجماعی نہیں کہلا سکتا۔ اور ہم ابھی بیان کر چکے ہیں کہ حضرت ابن عباس و ربیع و امام مالک و امام بخاری و ابن حزم و ابن تیمیہ اور ابن قیم حنبلی اور شاہ ولی اللہ دہلوی وفات عیسےٰ علیہ السلام کے قائل ہیں۔ اور کون ہے کہ خلفائے اربعہ و دیگر صحابہ مجتہدین سے حیات مسیح ثابت کر سکے۔ ائمہ ثلاثہ کا سکوت محل بیان میں علم بیان کا رکہتا ہے۔ پس آپ ہی بتلایئے کہ اجماع حیات مسیح کہاں رہا ہے بلکہ اجماع تو وفات پر ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد پہلا اجماع اسی کو مشتمل وفات مسیح پر ہوا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر بھی اجماع اسکے بعد ہوا۔ وفات رسول صلعم پر سب صحابہ موجود۔ اسامہ کا لشکر بھی موجود تہا اسکے بعد یہ کہنا کہ حیات مسیح پر اجماع ہوا کہلی گمراہی ہے اور یہ اصول بھی یاد رہے کہ اوامر و نواہی میں اجماع امت بڑی وقعت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ پیشگوئیوں میں اسکو کچھ بھی تعلق نہیں۔ کیونکہ یہ امور غیبیہ ہیں۔ نہیں معلوم کہ ان کا وقوع کسطرح اور کسوقت اور کس پہلو پر ہوتا ہے؟ ظاہر الفاظ پر واقع ہونگے یا استعارہ کے لباس میں وہ پیشگوئی پوری ہوگی۔ اس کا علم اللہ ہی کو ہے۔ احفظہ فانہ ینفعک۔

سوال۔ حدیثوں میں آیا ہے کہ حضرت ابن مریم نزول کے بعد دنیا میں چالیس برس زندہ رہینگے اور جزیہ اٹھا دینگے دجال کو قتل کرینگے اور اُن پر وحی اُترا کریگی وغیرہ وغیرہ۔ اور یہی امور اُن کے نزول من السماء اور جسمانی زندگی پر دلیل ہو سکتے ہیں

جواب۔ ان شکوک کا تفصیلی جواب ابھی گذر چکا ہے چند ورق اُلٹ کر دیکھ لیجئے۔ البتہ نزول من السماء کا ایک شبہ باقی ہے۔ انشاء اللہ ہم آگے چل کر اسکی بھی قلعی کھولینگے۔ یہاں ہمیں ایک عقدہ لاینحل پیش آیا ہے اگر قائلین حیات جسمانی مسیح حل کر کے بتلا دیں تو ہم اُن کے ممنون اور مشکور ہونگے۔ وہ یہ ہے کہ جب بقول شما عیسےٰ نبی اللہ بعد نزول من السماء چالیس سال زندہ اور بذریعہ جبرئیل امین وحی نازل ہوا کریگی تو فرمائیے! **خاتم الانبیاء کون ہوگا** محمد رسول اللہ۔ یا عیسےٰ نبی اللہ علیہم السلام۔ اُسوقت کی وحی جدید آپ ناسخ بنکر اس قرآن کریم قدیم کو منسوخ کریگی یا نہیں؟ اور وحی رسالت کی نزول کا دروازہ جسپر تیرہ سو برس سے ختم نبوت کا بھاری قفل پڑا ہوا ہے اُسکے کہولنے کے لئے آسمانی کنجی حضرت مسیح کو مرحمت ہوگی یا نہیں؟ اُسوقت نماز میں کسکی تلاوت ہوگی اس قرآن منسوخ کی۔ یا اُس جدید وحی مسیح کی؟ تب افضل رسل کون ہوگا؟ اور اکمل کتب کسکو کہینگے؟ اور آپ کا یہ قول کہ عیسےٰ نبی اللہ جزیہ کو اُٹھا دینگے۔ قرآنی حکم کا مخالف ہے یا نہیں اس سے اُسکا نسخ پیدا ہوتا ہے یا نہیں۔ اور اسکے جواب میں یہ کہنا کہ بخاری میں **یضع الجزیہ** آیا ہے۔ یعنے مسیح ابن مریم جزیہ کو اُٹھا دیگا۔ صرف اسلام یا قتل سے کام رکھیگا۔ مفید مطلب نہیں۔ اسلئے کہ خبر احاد اہل قابل

مستثنیٰ سمجھنا سراسر غلط اور خلاف اصول ہے ۔رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے روز حضرت ابوبکر رضؓ کا اس آیت کو پیش کرکے اتمام حجت کرنا اور صحابہ کرام کا اس پر سکوت وتسلیم وفات مسیح پر ایک قوی دلیل ہے ۔اگر صحابہ کرام کے علم میں عیسٰے علیہ السلام کی زندگی جسمانی ثابت ہوتی تو حضرت صدیقؓ کے رد میں یہ کہہ سکتے تھے کہ جسطرح عیسٰے نبی آسمان پر بجسدہٖ العنصری زندہ ہیں ۔ہمارے رسول اللہ نے بھی وفات نہیں پائی ۔فقط بیہوشی ہے تھوڑی دیر میں اُٹھ بیٹھینگے ۔امام زمان اپنی کتاب ازالہ اوہام میں لکھتے ہیں ۔اب دیکھو یہ آیت جو استدلالی طور پر پیش کی گئی ہے صریح دلالت کرتی ہے کہ ہر ایک رسول کو موت پیش آرہی ہے خواہ وہ موت طبعی طور پر ہو یا قتل وغیرہ سے ۔اور گذشتہ نبیوں سے کوئی ایسا نہیں جو مرنے سے بچ گیا ۔سواس جگہ ناظرین بداہت سمجھ سکتے ہیں کہ اگر حضرت مسیح جو گذشتہ رسولوں میں سے ایک رسول ہیں ابتک مرے نہیں بلکہ زندہ آسمان پر اُٹھالئے گئے تو اس صورت میں مضمون اس آیت کا جو عام طور پر ہر گذشتہ نبی کے فوت ہونے پر دلالت کررہا ہے صحیح نہیں ٹھہر سکتا ۔بلکہ یہ استدلال ہی لغو اور قابل جرح ہوگا ۔انتہےٰ ۔

اور دوسرے مقام پر یہ تحریر فرماتے ہیں اس آیت کا محصل یہ ہے کہ اگر نبی کے لئے ہمیشہ زندہ رہنا ضروری ہے تو کوئی ایسا نبی پہلے نبیوں میں سے پیش کرو جو ابتک زندہ موجود ہیں ۔اور ظاہر ہے کہ اگر مسیح ابن مریم زندہ ہے تو پھر یہ دلیل جو خدا تعالےٰ نے پیش کی صحیح نہیں ہوگی ۔یہ آیت حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات پر ایسی ہے جس نے کہ صحابہ کرام کا اجماع اس مسئلہ پر کرادیا ۔اب بھی اگر اسکے خلاف ہی شور مچایا جاوے تو خدا ترسی سے بعید ہے

سوال ۔ قد خلت بمعنے قد مضت کے ہے ۔

جواب ۔دنیا سے گذرنا مرنا نہیں تو کیا آسمان پر مع الجسد جانا ہے ۔اگر حضرت مسیح کو جسد عنصری کے ساتھ آسمان پر پہنچاتے ہو تو تمام رسل کو اسی ہیئت کذائی کے ساتھ آسمان پر جگہ دینا پڑیگا ۔

سوال قد خلت بمعنے قد غابت کے ہے

جواب ۔دنیا سے غایب ہونا دوسرے لفظ میں مرنا ہی ہے

سوال الرسل کا الف لام استغراقی نہیں ہے

جواب اسصورت میں رسول اللہ محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم خاتم رسل نہیں ہو سکتے کیونکہ جب چند رسل کے پہلے آپ تشریف لائے ہیں ۔اور بعض نبیوں کا آنا حیز امکان میں ہے تو آپ کیونکر خاتم الرسل مانے جاسکتے ہیں؟ ہذا جرم عظیم وفسادہ جسیم ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل وامہ صدیقۃ کانا یاکلان الطعام یعنے ابن مریم صرف ایک رسول ہے اسکے پہلے بہت رسول فوت ہوچکے ہیں ۔اور اسکی ماں صدیقہ ہے

معلوم ہوتا ہے کہ عیسیٰ ابن مریم پر وحی اُترا کریگی - اگر عیسیٰ ابن مریم سے غیر نبی ایک مسلمان امت محمدی صلعم مراد ہو تو کلام اِذْ اَوْحَى اللهُ غیر مربوط و خلاف مقصود واقع ہوتا ہے اسلئے کہ وحی نبیوں پر مختص ہے -

جواب - یہاں وحی بمعنی الہام والقا ہے - قرآن مجید پر نظر غور ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ کئی جگہ الہام کے معنے میں مستعمل ہوا ہے - اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر مختص نہیں ہے یعنی یہ دو آیتیں ہیں وَاَوْحَيْنَا اِلٰى اُمِّ مُوْسٰى الآیۃ وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا الآیۃ ظاہر ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی ماں اور نحل شہد کی مکھی نبی نہیں ہیں - اور اگرچہ یہ فعل اکثر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہوا کرتا ہے - مگر کبھی کبھی اُسکی نسبت بندوں کی طرف بھی ہوا کرتی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا یعنے زکریا ؑ اپنی قوم کے پاس آیا اور اُن کو اشارہ سے کہا صبح و شام اللہ کی تسبیح کرو اور اُس کی یاد میں رہو وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا یعنے ہم نے شریر آدمیوں اور جنوں کو نبیوں کا صبر آزمانے کے لئے ہر ایک نبی کا دشمن بنا دیا تھا دھوکا دینے کی غرض سے ایک کے کان میں ایک چکنی چپڑی باتیں پھونکتا رہتا تھا -

اور اصول کا قاعدہ ہے کہ جہاں معنے حقیقی متعذر ہو اور کوئی استحالہ پیش آجائے تو وہاں معنے مجازی لیا کرتے ہیں - پس جب ابن مریم کے معنے حقیقی لینے میں اتنے تعذرات کا سامنا ہے تو اب معنے مجازی لینے میں کیا عُذر ہے ؟ **فتفکر**

اگرچہ دلائل مخالفین کی شکست کے بعد ہمیں اپنے اثبات مدعا کی کچھ ضرورت باقی نہیں رہی - اسلئے کہ حیات مسیح کا عدم ثبوت وفات مسیح کو مستلزم ہے - اور جسقدر دلایل وفات حضرت مسیح پر ضمناً پیش کئے گئے ہیں وہ بھی کافی ووافی ہیں - مگر ہم یہاں مزید توضیح در رفع اوہام کے لئے چند ادلہ نقلیہ و عقلیہ کو حیز تحریر میں لاکر اس بحث کو ختم کیا چاہتے ہیں

حضرت باری عز اسمہ و تبارک و تعالیٰ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے - وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ - يٰعِيْسٰٓى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ - فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ - ان آیتوں کو اکٹھی کرکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام قتل وصلیبی موت سے نہیں مرے بلکہ اپنی طبعی موت سے مرے - آیت اولے میں قتل وصلیبی موت کی نفی ہے اور آیت موخر الذکر میں طبعی موت کا اثبات ہے -

مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ - یہ آیت ہمیں صاف تعلیم دے رہی ہے کہ تمام مرسلین کے برابر حضرت عیسیٰ بھی وفات پاچکے اور بلا استناد قَدْ خَلَتْ سے جسکا معنے قَدْ مَاتَتْ ہے انکو

جیسینک دیوے جنکی رفاقت صلوۃ کی تکمیل کے لئے ضروری ہے کیا ایسے اٹھائے جانے سے بجز بہت نقصان عمل اور ضائع ہونے حقوق عباد اور فوت ہونے خدمت امر معروف اور نہی منکر کے کچھ اور بھی فائدہ ہوا۔ اگر بھی انیس سو برس زمین پر زندہ رہتے تو اُن کی ذات جامع البرکات سے کیا کیا نفع خلق اللہ کو پہنچتا۔ لیکن اُن کے اوپر تشریف لیجانے سے بجز اسکے اور کونسا نتیجہ نکلا کہ اُن کی امت بگڑ گئی اور وہ خدمت نبوت کے بجالانے سے بکلی محروم رہگئے۔ تم کلامہٗ۔ اور خود ہی جناب عیسےٰ ابن مریم علیہ السلام اپنے اس قول میں مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔ ہم کو اپنی موت کی خبر دیگئے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مسیح کی موت کے بعد یقینی امر ہے۔ اگر کہو کہ عیسےٰ علیہ السلام ابھی نہیں مرے تو اُسکے ساتھ ہی تمہیں یہ بھی ماننا پڑے گا کہ ابتک ہمارے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی مبعوث نہیں ہوئے وفیہ فساد عظیم۔

سوال۔ اس آیت میں بعدی سے مراد بعد رفع جسدی الے السماء ہے جسکا معنے یہہ ہوا کہ حضرت عیسےٰ فرما گئے ہیں کہ وہ رسول جسکا نام احمد ہے میرے آسمان کی طرف مع جسد اُٹھائے جانیکے بعد آئیگا۔

جواب۔ بعدی کے لفظ کے سنتے ہی بعد وفات کی طرف فوراً ذہن انتقال کرجاتا ہے ہرگز ہرگز رفع جسد الے السماء تک نہیں جاتا۔ لانبی بعدی۔ الخلافۃ بعدی ثلثون سنۃ۔ ان دو حدیثوں میں بھی تو بعدی کا لفظ موجود ہے۔ کیوں ہمارے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ رفع جائز نہیں رکھا جاتا۔ اس بعدی اور اُس بعدی میں کیا کوئی فرق امتیازی بھی ہے۔ ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ (ترجمہ) محمد صلے اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں مگر اللہ کے رسول اور نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں یہ آیت اور حدیث صحیح لانبی بعدی کا صاف مفہوم ہے کہ اب کوئی نبی صاحب جی پُرانا ہو یا نیا دنیا میں نہیں آئیگا۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ختم النبیین مان کر پھر عیسے رسول اللہ کو آسمان سے زندہ اُتارنا قطعاً پہلے عقیدہ کا ازالہ اور صریح نص قطعی سے انحراف ہے۔ اور جب یہ عقیدہ فریقین کا مسلمہ ہے کہ کوئی نبی نبوت سے معزول نہیں ہوتا تو لامحالہ عدم عزلت مقتضی ختم نبوت ہے۔ اور اگر تھوڑی دیر کیلئے اُن کو نبوت سے معزول سمجھہ کر ایک مسلمان امت محمدی مان بھی لیں تو ایک اولوالعزم نبی کی معصومیت میں سخت دہبہ لگتا ہے اور یہ فریقین کے مشہور عقیدے کے خلاف بھی ہے۔

سوال۔ آیت و حدیث میں نبی جدید کی بعثت سے منع کیا گیا ہے قدیم کی ممانعت نہیں۔

جواب۔ یہ قول سراسر جہل پر مبنی ہے خاتم النبیین کا الف لام استغراقی اور لائے نفی جنس لانبی بعدی بکلی اسکی منافی ہیں۔ حضرت اقدس مجدد صدی چہاردہم اپنی کتاب فیض انتساب ازالہ اوہام میں یوں رقم فرماتے ہیں کہ یہ آیت بھی صاف دلالت کر رہی ہے کہ بعد ہمارے نبی کریم صلعم کے کوئی رسول دنیا میں نہیں آئیگا۔ پس اس سے بہی

وہ دونوں زمانہ گذشتہ میں طعام کھایا کرتے تھے - کانا ماضی کا صیغہ ہے بات یہ واں ہے کہ ماں بیٹے یعنوں اپنی زندگی میں مرنے کے پہلے کھانا کھایا کرتے تھے - اور اب فوت ہونیکے سبب کھانے سے رکے گئے ہیں
وادھانی بالصلوۃ والزکوۃ مادمت حیا وبرا بوالدتی - یعنے حضرت ابن مریم فرماتے ہیں کہ جب تک دنیا میں زندہ تہا اللہ تعالیٰ نے مجھکو نماز اور زکوۃ اور اپنی والدہ پر احسان کرنیکی وصیت وتاکید کی تھی
اب اُنہیں اگر آسمان پر زندہ مانا جائے تو اُن کی نماز عیسائی طور پر ہوتی ہوگی - اور جب نزول فرمائینگے تو اسکا رنگ بدل جائیگا - اسلامی نماز کے ارکان اور آداب اُنہیں سیکھنے پڑینگے - اور یقیناً اس تعلیم میں کسرشان ہے خیر آسمانی نماز ہو یا زمینی کیسی ہی ہوگی - مگر آسمانی فقیر ملاء اعلیٰ میں کون کون ہیں جنکو حضرت عیسےٰ اپنے مال کی زکوۃ دیکر حکم الٰہی کو بجا لائے ہونگے - اور زکوۃ کے لئے تو ملک نصاب چاہیے - کیا وہاں حضرت عیسیٰ نبی تجارت حرفت وزراعت کرتے ہونگے - تجارت کیلئے نوکر چاکر خریدار اور زراعت کے لئے زمین قابل زراعت ہل بیل مزدور وغیرہ کی اشد ضرورت ہے یہ چیزیں وہاں اُنہیں کیونکر میسر آتی ہونگی ؟ اور اگر زکوۃ کی استطاعت نہیں ہے تو زکوۃ کی فرضیت کا حکم کسکو سناتے ہونگے - کیا آسمانی مخلوق ایسی تکلیف شرعی کی مکلف ہوسکتی ہے ؟ کیا تبلیغ احکام الٰہی بھی حضرت مسیح کی گردن سے ساقط ہوگئی - اگر اسکا کوئی ثبوت ہے تو قرآن وحدیث سے پیش کرو - ورنہ آپ کو ماننا پڑیگا کہ یہ تمام تکالیف شرعی کی پابندی حضرت ابن مریم پر اُسوقت تک تہی کہ وہ زمین پر زندہ تھے - اور بعد مرگ دیگر انبیاء علیہم السلام کے برابر اُن سب باتوں سے الگ کردیئے گئے - مادمت حیا کو تدبر سے پڑھو نماز و زکوۃ کے ساتھ اپنی والدہ ماجدہ کی خدمت اور نکوئی عیسےٰ علیہ السلام پر واجب تھی - آسمان پر جانیکے بعد اور بی بی مریم کے فوت ہونیکے پہلے اس خدمت اور احسان کو کسطرح ادا کرتے ہونگے ؟ مادمت حیا کا جملہ اس بات پر صاف دلالت کرتا ہے کہ نماز و زکوۃ و خدمت و بر والدہ حضرت مسیح پر اُن کی زندگی کے زمانہ میں لازم غیر منفک ہیں متفکر و تدبر و نعم ما قال الامام الہمام فی کتابہ ازالۃ الاوہام - اب ظاہر ہے کہ ان تمام تکلیفات شرعیہ کا آسمان پر بجالانا محال ہے - اور جو شخص مسیح کی نسبت یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ وہ زندہ معہ جسدہ آسمان کیطرف اُٹھایا گیا اُسکو اس آیت موصوفہ بالا کے منشار کے موافق یہ بھی ماننا پڑیگا کہ تمام احکام شرعی جو انجیل توریت کی رُو سے اُن پر واجب ہوتے ہیں وہ حضرت مسیح پر اب بھی واجب ہیں - حالانکہ یہ تکلیف مالا یطاق ہے عجیبات ہے کہ ایک طرف تو خدا تعالےٰ یہ حکم دیوے کہ اے عیسےٰ ! جب تک تو زندہ ہے تیرے پر واجب ہے کہ تو اپنی والدہ کی خدمت کرتا رہ اور پھر آپ ہی اُسکے زندہ ہونیکی حالت میں ہی اُسکو والدہ سے جُدا کردیوے اور تا بحیات زکوۃ کا حکم دیوے اور پھر زندہ ہونیکی حالت میں ہی ایسی جگہ پہنچا دیوے جسجگہ نہ وہ آپ زکوۃ دیسکتے ہیں اور نہ زکوۃ کے لئے کسی دوسرے کو نصیحت کرسکتے ہیں - اور صلوٰۃ کے لئے تاکید کرے اور جماعت مومنین سے دُور

اور ترقی فی السماء ولن نؤمن لرقیک حتی تنزل علینا کتاباً نقرأہ قل سبحان ربی ھل
کنت الا بشراً رسولاً (حاصل ترجمہ) کفار آنحضرت صلعم سے کہتے ہیں کہ جب تک تو آسمان پر چڑھ نجاوے اور وہاں سے
ایک کتاب اتار کر نہ لاوے۔ تب تک ہم ایمان نہیں لائینگے۔ اللہ تعالی کی طرف سے بذریعہ آنحضرت صلعم یہ جواب
ملا کہ کہدو اے پیغمبر کہ میرا خدا اس سے پاک تر ہے کہ اس دار الامتحان میں ایسے کہلے کہلے نشان جو ایمان بالغیب کی
حکمت کے خلاف ہے دکہلاوے اور میں تو بجز اسکے اور کوئی نہیں ہوں ایک بشر فرستادہ خدا ہوں اس آیت سے صاف ظاہر
ہے کہ کفار نے آنحضرت صلعم سے آسمان پر چڑہنے کا نشان مانگا تہا اور انہیں صاف جواب ملا کہ یہ عادت اللہ
نہیں ہے کہ کسی جسم خاکی کو آسمان پر لیجاوے اب اگر جسم خاکی کے ساتہ ابن مریم کا آسمان پر جانا صحیح مانا جائے تو
یہ جواب مذکورہ بالا سخت اعتراض کے لایق ٹھہریگا اور کلام الہی میں تناقض اور اختلاف لازم آئیگا
لہذا قطعی اور یقینی یہ امر ہے کہ حضرت مسیح بجسدہ العنصری آسمان پر نہیں گئے اور درحقیقت یہ ایک ایسا اعتقاد
فاسد ہے کہ جس میں ہزاروں خرابیاں سخت الجہن کے ساتہ گرہ در گرہ لگی ہوئی ہیں اور مخالفوں سے ہنسی اور
ٹھٹھے کے لئے موقعہ ہاتہ آتا ہے یہی ذکر کیا ہے کہ یہی معجزہ کفار مکہ نے ہمارے سید و مولی حضرت خاتم الانبیاء
صلی اللہ علیہ وعلیہ وسلم سے مانگا تہا کہ آسمان پر ہمارے روبرو چڑہیں اور روبرو ہی اتریں اور انہیں جواب ملا تہا
کہ قل سبحان ربی۔ یعنی خدائے تعالی کے حکیمانہ شان اس سے پاک ہے کہ ایسے کہلے کہلے خوارق دار الابتلا
میں .... دکہاوے اور ایمان بالغیب کی حکمت کو تلف کرے اب میں کہتا ہوں کہ جو امر آنحضرت صلعم
کے لئے جو افضل الانبیا تہے جایز نہیں اور سنت اللہ سے باہر سمجہا گیا وہ حضرت مسیح کے لئے کیونکر جائز
ہو سکتا ہے یہ کمال بے ادبی ہوگی کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ایک کمال کو مستبعد خیال
کریں اور پہر وہی کمال حضرت مسیح کی نسبت قریب قیاس مان لیں کیا کسی سچے مسلمان سے ایسی گستاخی
ہو سکتی ہے ہرگز نہیں۔ صدقے تیرے اے امام برحق تیرے بافیض زمانہ میں دیگر مختلف فیہ مسائل کی ایسا
معراجی سیر کا مسئلہ جو برسوں سے اختلاف کے رنگ میں چلا آتا تہا۔ فیصلہ ہو گیا۔ اسلام کو شکر اور فخر کی جگہ ہے
کہ مخبر صادق علیہ الصلوۃ والسلام کی پیشگوئی و راست بیانی کا وقوع آج ہم چودہ سو برس کے بعد روز روشن
کیطرح اسی امام مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ اپنی آنکہوں سے دیکہہ رہے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے
فرمایا تہا کہ امام آخر زمان عیسی وقت حکم عدل بنکر تمام جہگڑوں کا فیصلہ کتاب و سنت سے کریگا۔
اور آیت کریمہ ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً صاف
بتلا رہی ہے کہ قرآن مجید کی آیتوں میں تناقض و تخالف نہیں ہے اب سنو کہ اگر سبحان الذی
اسری بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی اور احادیث صحیحہ جو

بکمال وضاحت ثابت ہے کہ مسیح ابن مریم رسول اللہ دنیا میں نہیں آسکتا۔کیونکہ مسیح ابن مریم رسول ہے اور رسول کی حقیقت اور ماہیت میں یہ امر داخل ہے کہ دینی علوم کو بذریعہ جبرائیل حاصل کرے۔اور ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ اب وحی رسالت تا قیامت منقطع ہے۔اس سے ضروری طور پر یہ ماننا پڑتا ہے کہ مسیح ابن مریم ہرگز نہیں آئے گا اور یہ امر خود مستلزم ہے اثبات کو کہ وہ مرگیا۔اور یہ خیال کہ وہ موت کے بعد زندہ ہوگیا۔مخالف کو کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتا کیونکہ اگر وہ زندہ بھی ہوگیا تاہم اُسکی رسالت جو اُسکے لئے لازم غیر منفک ہے اُسے دنیا میں آنے سے روکتی ہے۔اور اس کتاب کے دوسرے مقام کی یہ تحریر قابل دید ہے۔اور یہ بات ہم کئی مرتبہ لکھ چکے ہیں کہ خاتم النبیین کے بعد مسیح ابن مریم رسول کا آنا فساد عظیم کا موجب ہے۔اس سے یا تو یہ ماننا پڑیگا کہ وحی نبوت کا سلسلہ پھر جاری ہو جائیگا اور یا یہ قبول کرنا پڑیگا کہ خداتعالیٰ مسیح ابن مریم کو لوازم نبوت سے الگ کرکے محض ایک امتی بنا کر بھیجیگا۔اور یہ دونوں صورتیں ممتنع ہیں۔

قانون الٰہی اور تجربہ یہ دونوں اس بات پر شاہد ہیں کہ انسان ارذل عمر میں پہنچکر اپنے دینی و دنیوی کاموں سے بیکار ہو جاتا ہے اور یہ دو آیتیں ومن نعمرہ ننکسہ فی الخلق افلا یعقلون۔ومنکم من یتوفی ومنکم من یرد الی ارذل العمر لکیلا یعلم بعد علم شیئًا صاف دلالت کرتی ہیں کہ انسان درازی عمر کے سبب فاتر العقل و پیر فرتوت ہوکر کسی کام کا نہیں رہتا بچوں کی سی باتیں کرنے لگتا ہے اور اسی وجہ سے ہمارے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ارذل عمر سے پناہ مانگی ہے۔پس حضرت مسیح علیہ السلام دو ڈھائی ہزار برس کی عمر پاکر ارذل عمر تک پہنچکر کیونکر ہدایت کی کام کو بخوبی انجام دے سکینگے؟

سوال گو اُن کی عمر دراز ہوگی مگر حوادث زمان کے اثر سے محفوظ رکھے جائینگے۔آپ کی قوائے جسمانی و حواس ظاہری و باطنی میں کچھ فرق نہیں آئیگا۔

جواب اول سوال بالکل لغو ہے نہ کتاب الٰہی سے یہ بات ثابت ہے اور نہ احادیث صحیحہ وغیرہ سے۔علاوہ اسکے یہ خیال کرنا ضروری ہے کہ حضرت عیسےٰ جو پیدا ہوئے تو اُسی صورت پر پیدا ہوئے جس صورت پر دنیا میں اور بچے پیدا ہوتے اور پھر رفتہ رفتہ بتدریج بڑھتے رہے۔یہانتک کہ وہ جوانی کو پہنچے تو جبکہ زمانہ نے اُن پر اثر کیا یعنے بچپن سے جوانی میں آئے تو آئندہ کے لئے کیونکر مانا جاوے کہ وہ زمانہ کے اثر سے متاثر ہوکر بوڑھے نہ ہوں۔

جواب دوم آیات مذکور الصدر کی تعمیم بلا استثنا اسکی سخت مخالف ہے۔اور حضرت عیسےٰ کی طفلگی و ایام مراہقت اور شباب حوادث زمان سے متاثر ہونے پر ایک دلیل محکم ہے۔افضل الانبیاء (رحمت خدا بر وے باد) جبکہ اس عالم قانون سے بچ نہ سکے اور برابر ہر زمانہ میں اس قانون غیر مختص کا اثر ان پر پڑتا رہا اور ارذل عمر و ہرم کی آفتوں سے پناہ مانگتے رہے تو حضرت عیسےٰ کو بلادلیل اس مستمرہ قانون قدرت سے مصئون سمجھنا در پردہ مفضول کو افضل کئے جانے پر قائم کرنا ہے۔یہاں اور ایک بات قابل غور ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

محض فضول ہے۔

جواب - ہمکو بھی نزول عیسیٰ وغیرہ امور جو صحیح حدیثوں میں آئی ہیں کچھہ شک و تردد نہیں ہے مگر شکر خدا کا کہ لفظ نزول میں ہمیں دہوکا نہیں ہوا جیسا کہ ایک عالم اس دہوکے میں پڑھکر محالات عقلی و نقلی کے مورد بن بیٹھا ہے بفرض محال نزول سے نزول من السماء مراد ہی لیا جائے تو اسوقت ضرور صعود الی السماء کا نشان دینا پڑے گا کیونکہ نزول فرع ہے صعود کا جب تک صعود الی السماء ثابت نہو تو نزول من السماء کیونکر متحقق ہو سکتا ہے اب سنو کہ قرآن کریم و احادیث نبوی بہ تمامہا اس صعود سے ساکت ہیں بلکہ باواز بلند کہہ رہے ہیں کہ مسیح علیہ السلام دوسرے نبیوں کیطرح برابر فوت ہو چکے اور یہ امر بھی طے شدہ ہے کہ حدیث کی کسی معتبر کتاب میں نزول من السماء کا لفظ کہیں نہیں آیا ہے اگر ہے تو کوئی پیش کرے ہم اسمیں غور کریں گے۔

سوال - اُترنے کیلئے اونچائی و بلندی لازم ہے پس لا محالہ نزول سے مراد نزول من السماء ہی ہوگا۔

جواب - محاورہ عرب میں لفظ نزول کا استعمال متعدد معنوں پر ہوا کرتا ہے - از انجملہ ایک یہ ہے کہ جو شخص اپنے وطن کو چہوڑکر سفر کرتے ہوئے کسی جگہ پر ٹھہر جاتا ہے تو اُسے نزیل کہتے ہیں اور اصولی مسئلہ ہے کہ اس قسم کے الفاظ بلا قرینہ مرجحہ ایک خاص معنے کیلئے متعین ہو نہیں سکتے اور یہاں نزول من السماء پر کوئی قرینہ نہیں ہے اور فریق مخالف کو اگر اسپر اصرار ہو - تو اسپر یہ امر بھی واجب التسلیم ہوگا کہ جہاں لفظ نزول آوے تو وہاں نزول من السماء ہی مراد ہو - پس ہم اتماماً للحجۃ و الزاماً للخصم چند آیات قرآنی پیش کرکے دیکھتے ہیں کہ ہمارے مخالف بھائی اب کیسے ہاتھہ پاؤں ہلاتے ہیں اور اپنے پہلے اصرار پر ثابت قدم رہکر کیا کیا جواب شافی پیش کرتے ہیں۔

وانزلنا الحدید الاٰیۃ - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے لوہا اُتارا کیا کسی نے دیکھا ہے کہ لوہے کے بنے برتن وغیرہ آسمان سے اُترا کرتے ہیں۔

آیت دوم - یا بنی ادم قد انزلنا علیکم لباساً یواری سوآتکم وریشاہ کیا کسی صاحب نے کپڑے کے تہان کے تہان یا بنا بنایا کرتا یا پاجامہ آسمان سے اُترتے ہوئے ملاحظہ فرمایا ہے اور ایک مقام پر فرمایا ہے کہ ہم نے رسول صلعم کو اُتارا - قد انزل اللہ ذکراً رسولاً یتلو علیکم ایات اللہ مبینات - ترجمہ اللہ نے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نازل کیا کہ تمہیں اللہ کی کھلی کھلی نشانیاں و احکام پڑھکر سنایا کرتے ہیں۔

اسیارہ میں وارد ہیں انسے سیر بجسدہ شریف مراد لیں تو مذکورہ بالا آیت سے جسمیں کفار مکہ نے آسمان پر جاکر کتاب الٰہی لے آنیکا معجزہ طلب کیا تہا قطعاً و بداہۃً تخالف آتا ہے اور پہلے ہم لکھ چکے ہیں کہ کتاب اللہ بلند آواز سے عدم تخالف کا مدعی ہے۔ اس لیئے امام و حَکَمْ و مبشّر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے محکمہ عالی سے اس تخالف کا یہ فیصلہ ناطق اسطرح صادر ہوا کہ بشری جسم مبارک کہیں کا ہیں رہا اور کشفی بیداری حالت میں قادر مطلق اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایک نورانی جسم عطا فرماکر بیت المقدس اور تمام افلاک بہشت و دوزخ و عرش و کرسی وغیرہ کی سیر کروادی غور کرو اور انصاف سے کہو کہ کس خوبی و صفائی سے دونو آیتوں کے تعارض کو دور کر دیا گیا اور کیا ہی عمدہ توفیق و تطبیق ہو گئی جس سے قانون قدرت کی مخالفت کا الزام بہی دور ہو گیا کیا یہ بات قابل اعتراض نہیں تہی کہ خدا تعالیٰ نے ایک وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی جسم عنصری کے ساتہہ آسمانوں کی سیر کروائی اور خرق و التیام اور صعود الی السماء کے امتناعی مسئلہ کو رد کر دیا اور دوسرے وقت جب کفار نے آسمان پر جانیکا معجزہ طلب کیا اور بظاہر اسوقت آسمان پر جانا نہایت اہم معلوم ہوتا تہا تاکہ اتمام حجت ہو جائے صاف الفاظ میں انکار کر دیا اور اس بشری تعلقات و جسمی لوازمات کے ساتہہ صعود الی السماء کو ناجائز ٹھہرایا پہر عدم خرق و التیام کا ضعیف عذر پیش کر دیا تعالی اللہ عن ذالك علواً کبیراً۔ اور مجہے ایک بات بار بار حیرت میں ڈالتی ہے کہ خداوند عالم کو امت محمدی کی اصلاح بذریعہ مسیح ناصری کیوں منظور ہے کیا اس مسیح کی تعلیم و ہدایت محمد صلعم کی تعلیم و ہدایت سے بڑہکر ہے جب خاص خاص حواری و شاگرد کی پوری پوری اصلاح ظاہری و باطنی حضرت مسیح سے نہو سکی جیساکہ ماہرین کتب سابقہ پر پوشیدہ نہیں ہے تو کیونکر مان لیا جائے کہ اب اتنا بڑا بہاری کام ان سے انجام پذیر ہو سکیگا

[illegible] قادر مطلق [illegible] کا تانبا دنیا میں لانا ممکن ہے کیا اُسکے نزدیک [illegible] (قتادہ [illegible] و [illegible]) کا تانبا دنیا میں لانا محال و محال ہے [illegible] یہ تجویز کی ہے کہ جس [illegible] مدت بگڑی ہے اسکی تشریف آوری نہایت مناسب ہے۔

[illegible] رسول مقبول نے انکو [illegible]

[illegible]

[illegible] علیہ السلام [illegible]

مونہہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موتکو سنا کرتے ہیں اور کبھی انکی حرف گیری نہیں کی بلکہ ایسے خطبے ہمیشہ سنانے کے عوض خوشی میں آکر سال کی دو عید ونمیں انکو شال دوشالہ دیا کرتے ہیں وہ یہ ہے۔

سہ آدم کجا حوا کجا عیسیٰ کجا مریم کجا + ہارون اور موسیٰ کجا اسباط کا سب کو غم

سہ فکر کن در نفس خود جامی تو در شام وصبوح + این موسیٰ این عیسیٰ این یحیٰ این نوح +

سوال۔ اسکا تو معنا یہ ہی کہ عیسیٰ نبی آسمان پر ہیں زمیں پر کہاں ہیں۔

جواب۔ اس صورت میں آدم حوا مریم موسیٰ ہارون یحییٰ نوح علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی آسمان پر بجسدہم العنصری زندہ ماننا پڑیگا۔ اور اسپر افسوس اور غم کا قرینہ اس بات کی دلیل ہی کہ وہ بھی دوسرے نبیوں کے برابر وفات پا چکے ورنہ صعود الی السماء پر غم بالکل بے محل ہے سہ حضرت آدم نبی تھے زمیں کے چل بسے + نوح کشتی بان عالم بھی یہاں سے چل بسے + یوسف ویعقوب اسمٰعیل واسحاق وخلیل + اور سلیمان آسمانے مہر والے چل بسے۔ ہود وادریس ویونس شیث وایوب وشعیب + دعوت اسلام کرکے ٹھہرے چندے چل بسے + حضرت عیسیٰ نبی داؤد وموسیٰ خاک میں + لے کے توریت وزبور وانجیل حق سے چل بسے + واسطے جنکے زمین وآسماں پیدا ہوا + جنت الفردوس میں وہ حق کے پیارے چل بسے + یہاں کسی کا عذر بار دہی نہیں چل سکتا اس خاک کی عجیب خاصیت ہی کہ سامنے شکوک واوہام کو ایک لخت خاک میں ملا دیتی ہے۔ اسی جسد عنصری کی ساتھ حضرت عیسیٰ کو ابتک زندہ تسلیم کرنے میں ایک بھاری شبہ یہ پیدا ہوتا ہی کہ جسم خاکی کو کھانے پینے کی ضرورت ہی۔ اور آیت۔ وما جعلناہم جسدا لایاکلون الطعام۔ اسپر شہادت دیتی ہی ہم نے کسی ایک جسم کو بھی ایسا نہیں بنایا کہ طعام نہ کھاتا ہو اور طعام وشراب کے بعد بول براز بھی لوازم بشری سے ہے اور بال وناخن کا بڑھنا ایک یقینی بدیہی امر ہے۔ کوئی انسان خواہ نبی ہو یا ولی اس سے مستثنےٰ ہوا ہے اور نہ ہو سکتا ہے تو بالضرور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیئے آسمان پر ایک باورچی خانہ اور ایک پیخانہ اور ایک باورچی وایک مہتر وایک نائی قرار دینا پڑا اہل علم کی توجہ کے قابل ہے کہ دانہ گندم کے کھانے اور پیشاب پاخانہ آنے کے سبب فوراً حضرت آدم وحوا علیہما السلام آسمان سے اُتار دئے جائیں اور حضرت عیسیٰ نبی انیس سو برس ۱۹۰۰ تک انبار ہا کے انبار غلہ کھا کر آسمان کو سنڈاس بنالیں اور اُتارے نہ جائیں۔ کیا عقل سلیم اس بات کو ایک منٹ کے لیئے بھی تجویز کر سکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔

سوال۔ حضرت یونس نبی کس طرح مچھلی کے پیٹ میں بے آب ودانہ تین دن تک رہی۔

جواب اول۔ دو چار دن بے آب ونان گرسنہ وتشنہ رہنا کوئی امر مستبعد نہیں ہی۔ بعض بعض

کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ ہمارے رسول اکرم ہی آسمان سے اُتری ہیں اور مکہ معظمہ میں بی بی آمنہ کے بطن سے نہیں پیدا ہوئے۔ الحاصل جسطرح نبی کریم و دیگر اشیا مذکورہ جس میں لفظ نزول کا استعمال ہوا ہے انمیں پیدایش و بعثت و ارسال کا معنے مراد ہے علاوہ ازیں خود ہی حضرت مسیح علیہ السلام نے ایلیا نبی کے نزول من السماء کا اپنے محکمہ میں فیصلہ کیا ہے کہ وہ آسمان سے آنیوالا یحییٰ ہے جو حضرت زکریا کے گھر میں پیدا ہوا ہے چاہو تو قبول کرو پس ایک نبی کا فیصلہ آج قابل نفاذ کیوں نہیں ہے اور نزول سے مراد بعثت و ارسال و پیدایش کس لئے نہیں لئے جاتے جس سے تمام اعتراض دفع ہو جاتے ہیں۔

سوال - حسب پیشگوئی توریت موسیٰ ابھی ایلیا نبی آسمان سے نہیں اُترا۔

جواب - اُسوقت لازم آئے گا کہ حضرت عیسیٰ نے اس پیشگوئی کی تاویل غلط کی نیز ابتک عیسیٰ علیہ السلام مبعوث نہیں ہوئے کیونکہ کتب سابقہ میں ایلیا نبی کے بعد اُنکا مبعوث ہونا بیان کیا گیا ہے اور یہودی لوگ اپنی ادعا میں حق پر ہیں **وذالك خلاف مذهب الفريقين**

سوال - جب قرآنی آیتوں سے ثابت ہے کہ پانی اور ملائکہ اور وحی اور قرآن وغیرہ وغیرہ چیزیں آسمان ہی سے اُترتی ہیں تو نزول مسیح کو بھی اس پر قیاس کرنے میں کیا قباحت ہے۔

جواب - یہ اشیا سب کی سب آسمانی ہیں اور وہیں سے اُترا کرتی ہیں اسلئے ہم کو بھی بدل اقرار ہے یہ سب آسمان ہی سے اُترتی ہیں بخلاف لوہا کپڑا اور دیگر زمینی اشیا پیدایش گاہ زمین ہے اور جسمیں انسان بھی داخل ہے تو کیونکر یہ زمینی چیزیں ان پر قیاس ہو سکتی ہیں غرض ہمارا کلام ایسے اشیاء کے نزول من السماء میں ہے کہ جنکا جینا مرنا اور نشوونما وفنا سب زمین پر ہم بچشم خود رات دن دیکھا کرتے ہیں۔ بالآخر ہم ایک دوسرے اشتہار کے خلاصہ کو نقل کر دینا مناسب سمجھتے ہیں مسیح موعود نے دعوے سے یہ اشتہار شائع کیا ہے کہ جو کوئی کسی فرقہ اسلام کی حدیث کی کتاب سے یہ ثابت کردے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس جسد عنصری کے ساتھ آسمان پر تشریف لیگئے ہیں اور پھر کسی وقت دنیا میں آئینگے۔ گو یہ ثبوت حدیث موضوع ہی سے ہی تو اسکو بیس ہزار روپیہ انعام دیا جائیگا۔ کہاں ہیں۔ وہ اہل حدیث جنکو حدیث دانی کے دعوے کے ساتھ حضرت مسیح کے نزول من السماء کا بھی اعتقاد ہے آج امتحان کا روز ہے۔ دیکھیں کتنی حدیثیں اسکا ثبوت دیکر اس انعام کے مستحق ہوتے ہیں اور مدعی مشتہر کو الزام دیکر اپنا امتیازی جھنڈا عالم میں بلند کرتے ہیں۔

لطیفہ - غور تامل کے بعد ہمیں معلوم ہوا ہے کہ ان لوگوں کو حضرت امام برحق سے ناحق کی ضد و عداوت ہو گئی ہے درحقیقت حق کی تلاش انہیں نہیں ہے۔ کیونکہ یہ حضرات ہفتہ میں یکبار تو ضرور جمعہ کے دن امام و خطیب کو

کہ انہیں زندہ کرکے دنیا میں بھیجے۔

جواب۔ بیشک اللہ میں سب کچھ قدرت ہی کوئی بات اسکو پاس اَن ہونی نہیں۔ مگر اسکی ساتھہ یہ بھی امر مسلم ہی کہ قدرت وقوع کو مستلزم نہیں ہی۔ اور یاد رہی کہ جسطرح مردہ کا زندہ کرکے دوبارہ دنیا میں بھیجنا خدا تعالیٰ کی باقدرت شان سی بعید نہیں ہے اسی طرح مردہ کا دوبارہ نہ بھیجنا بھی اسکی احاطہ قدرت میں ہے اب ہمیں دیکھنا چاہیے کہ ان دونوں امر میں قادر مطلق نے کسکو جائز فرماکر اسکے وقوع کا فرمان نازل کیا۔ قرآن شریف کی متعدد آیتوں سی بتصریح یہی معلوم ہوتا ہی کہ مردہ دوبارہ دنیا میں آنے سے روکا گیا ہی خواہ وہ نیک ہو خواہ بد۔ فیمسك التی قضیٰ علیہا الموت ٥ فانہم لا یرجعون ٥ وغیرہ آیتوں پر غور کرو اور حدیثوں کی کتابوں کو تدبیر سے پڑہو خصوصاً حدیث جابر رضی اللہ عنہ کو کہ جب انکے والد نے شہید ہوکر جناب الٰہی عزاسمہ میں حاضر ہوکر دوبارہ دنیا میں آنا اور پھر جہاد کرکے شہید ہونیکی درخواست و آرزو کیتھی کی تو ارشاد ہوا کہ تمہاری یہ آرزو پوری نہیں ہوسکتی قد سبق القول منی انہم لا یرجعون ٥ یعنی پہلے سے ہم نے حکم قطعی دے رکھا ہی کہ مردے دوبارہ دنیا میں نہیں لوٹیں گے۔ اور یہ امر بھی فریقین کا مانا ہوا ہے کہ خداوند عالم کی سنت وعادت میں تحویل و تبدیل جائز نہیں قرآن کریم میں صاف فرماتا ہی کہ مردے دوبارہ دنیا میں نہیں آئیں گے اور نیز فرقان حمید و حدیث شریف سی صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہر شخص کو ایک ہی بار موت کا مزا چکھنا ہے پس جو لوگ بعد مرگ حضرت مسیح کے دوبارہ دنیا میں تشریف آوری کو جائز رکھتے ہیں درحقیقت وہ اسبات کے قراری ہیں کہ تمام عالم کے خلاف پر مسیح ناصری کو دوبارہ موت کی سختی اٹھانی ہی۔ اس تجویز میں قرآن کریم و احادیث نبوی و قانون قدرت کی مخالفت کے قطع نظر یقیناً ایک نبی برگزیدہ معصوم کی تعذیب بلا وجہ توہین بلا شبہ ہے سوچیں اور سمجھیں اگر کچھ سمجھ رکھتے ہیں

سوال۔ ہم مانا کہ عیسیٰ علیہ السلام وفات پاچکے اور ابن مریم یا مسیح سے بطور استعارہ کوئی اُمتی مسلمان مراد ہے مگر اسکا کیا ثبوت کہ وہ مسیح موعود مرزا غلام احمد قادیانی ہی ہیں۔

جواب (۱) چودہ سو برس سے کسی نے مسیح موعود کا دعویٰ نہیں کیا اور کیونکر کہہ سکتا تہا کہ عیسیٰ ابن مریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کا ثبوت یقینی طور پر ہا تہہ ہیں آج جس نے اللہ تعالیٰ سے الہام پاکر حضرت مسیح ناصری کی فوت کے مسئلہ کا تصفیہ کردیا یقیناً وہی عالم ملکوت میں مسیح موعود قرار یافتہ ہی۔

جواب (۲)۔ تمام ادیان غیر اسلام کو اپنی براہین احمدیہ و دیگر کتب و رسایل و دلایل قاطعہ کے ذریعہ سے پرکاہ کی طرح زیر و زبر کردیا اور کاغذ بادکی مانند ہوا پر اڑا دیا اور حقیقت میں مسیح کے نزول کی علت غائی یہی ہے۔

مرتا من کوئی کوئی ہفتہ بہوکے رہتے ہیں - انیس سو برس کے بہوکے پیاسے کا پتہ آپ دے سکیں گے پچاس ساٹہہ
برس کے بہوکے پیاسے کا نشان دینا آپ پر دشوار ہوجائیگا -

جواب دوم - تین ہی دن کی عدم غذا نے حضرت یونس علیہ السلام کو موت کے دروازہ تک پہونچا
دیا تہا - چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے - **فنبذناہ بالعراء وھو سقیم - وانبتنا علیہ شجرۃ من
یقطین** - یعنی ہم نے یونس کو مچھلی کے پیٹ سے نکال کر کہلے میدان میں ڈالدیا اور وہ تہوڑی ہی دیر مچھلی
کے پیٹ میں رہنے سے بہت ہی نڈہال ہوگئے تہے اور پہر ہم نے اسپر ایک بیلدار درخت (کدو) بہی اُگا دیا
مولوی نذیر احمد صاحب - دہلوی فوائد میں لکہتے ہیں کہ کدو کا خاصہ ہے کہ اسکی سایہ میں مکہی نہیں بیٹھتی
چونکہ دیرتک مچھلی کے پیٹ میں رہنے سے جلد بدن بکس سی گئی تہی مکہیاں بیٹھتیں تو گہاؤ ڈالدیتیں
اس مصلحت سے خدا نے کدو کی بیل اُگا دی - یہ سچا واقعہ شہادت دیتا ہے کہ انسان کہیں ہو زمین پر رہے
یا آسمان میں یا مچھلی کے پیٹ میں اس دنیوی غذا و آب وطعام کا اشد محتاج ہے اسکی بغیر اُسکی زندگی
بالکل عقل و نقل و قانون قدرت کے خلاف ہے -

سوال - بچہ ماں کے پیٹ میں اس دنیوی غذا کے بغیر کیونکر جیتا ہے -

جواب - ہمارا کلام ایسے وجود کے بارے میں ہے کہ دنیا میں اگر یہ غذا اسکی بقا کے لئے مقدر ہو چکی
ہے - بچہ چونکہ ابتک اس دار فنا کا موہنہ تک نہیں دیکہا لہذا اس غذا کی ضرورت اور اسکی لوازمات
سے بکلی مستثنا ہے -

سوال - انکو کہانے پینے کی حاجت نہیں پڑتی اس جسد عنصری کے تمام لوازمات سے بکلی علیحدہ
ہیں ایک نورانی جسم اُنکو مرحمت ہوا ہے -

جواب - حضرت من اسی کا نام تو موت ہے جس سے انسان کو مرنے کے بعد ان چیزوں کی حاجت
نہیں ہوتی اور ارواح طیبہ کو ایک جسم لطیف نورانی ملتا ہے تمام انبیاء علیہ السلام مرنیکے بعد اُسی نورانی
جسم کے ساتہہ آسمانپر موجود ہیں حضرت عیسیٰ کی اسمیں کچھہ خصوصیت نہیں ہے - اور یہی سبب ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں آسمانپر انکو انبیاء علیہ السلام کے زمرہ میں نورانی جسم ولباس
کے ساتہہ بلاتفاوت دیکہا ہے میں کچھہ شک نہیں کہ بعد ثبوت وفات عیسیٰ علیہ السلام بالضرور اسبات پر
اعتقاد لانا پڑے گا - کہ وہ مسیح جسکا ذکر کتب احادیث صحیحہ میں بہ تصریح موجود ہے اس امت محمدیہ کا
ایک امام ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکا لقب مسیح ابن مریم رکہا ہے -

سوال - وفات حضرت عیسیٰ سے عدم نزول من السماء لازم نہیں آتا اللہ تعالی میں قدرت ہے

نواں جواب حج کا رُوکے جانا اور طاعون کا پھیلنا جو علامت مہدی میں داخل تھا آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

دسواں جواب دمشق کی مشرقی جانب مسیح کا نزول جیسا کہ حدیث مسلم میں موجود ہے صاف قادیان کی طرف اشارہ کرتا ہے جغرافیہ کو دیکھو کہ دمشق کی مشرقی جانب ہندوستان واقع ہے یا نہیں۔ اور مہدی کا قریہ کدعہ میں پیدا ہونا جو قادیان کو بتلا رہا ہے اور اس قسم کی تصحیف بہت سے اسماء میں بکثرت پائی جاتی ہے اور اب تک بھی عوام قادیان کو کدعہ کہا کرتے ہیں۔ اور اہل بدر کی تعداد پر مہدی کے اصحاب کا ہونا اور ایک چھپی ہوئی کتاب اُس کے پاس رہنا یہ روایت حدیثیہ ثبوت دعوی کے لئے ایک قوی دلیل ہے تلك عشرة كاملة - اگر میں تصدیق مسیح موعود و مہدی مسعود میں طوالت سے کام لوں اور تمام روایات حدیثیہ کو ایک جا کرکے ملک کے سامنے پیش کروں تو بخدا اس رسالہ کے برابر جیسے ایک اور رسالہ بلکہ بڑا لکھنا پڑے تصدیق حضرت مسیح موعود میں بہت سے رسائل تالیف ہو چکے ہیں۔ اور ہم سابق میں لکھ چکے ہیں کہ آنے والا مسیح ابن مریم اُمتی بنکر آئے گا بخاری و مسلم کی حدیث متفق علیہ صراحت کے ساتھ اس پر دلالت کرتی ہے کہ وہ ابن مریم تم میں سے ہے اور تمہارے برابر ایک مسلمان اور تمہارا امام ہے

سوال مرزا صاحب کا دعویٰ ہے کہ میں مثیل مسیح ہوں اور حدیث میں مثیل کا پتہ نہیں۔

جواب جب مشبہ و مشبہ بہ میں مشابہت تامہ پائی جاتی ہے تو مشبہ کو مشبہ بہ کے نام سے پکارتے ہیں۔ جیسے سخی کو کہتے ہیں کہ حاتم ہے اور عادل کو کہتے ہیں کہ نوشیرواں ہے اور بہادر کو شیر کسی نے کہا ہے کہ سہ کس شیر کی آمد ہے کہ رَن کانپ رہا ہے ۔۔۔ اور شریر کو شیطان اور غبی کو گدھا کہا کرتے ہیں اور جس کے دل میں انصاف کا مادہ ایک ذرہ بھر بھی ہوگا تو مسیح و مثیل کے باہمی مناسبت و مشابہت روحانی قوت میں جو اظہر من الشمس و ابین من الامس ہے ہرگز انکار کا حرف زبان پر نہیں لائے گا اور اُس کا نور قلب ایسی کھلی صداقتوں کو دیکھکر انحراف کو جائز نہیں رکھے گا۔ اور فوراً ایک

جواب (۳) - صحیح حدیثوں میں آیا ہی کہ وہ مسیح حَکَم عدل ہوکر کتاب و سنت سی تمام مسائل مختلفہ کا فیصلہ کریگا آج دیکھو کہ برسونکی جھگڑے کس خوبی سے طے ہوگئے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معراجی سیر اور نزول ملائکہ بجسد ہم اور وفات مسیح ابن مریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صفات الہیہ کی بحث جو محدثین و متکلمین میں سخت الجھن کے ساتھ چلی آرہی تھی اور دجال موعود اور مہدی آخر زمان وغیرہ مسائل جیسے تفاسیر قرآنی کہ باہمی تخالف کی سبب کلام الٰہی کے اصل معنی و مراد سمجھنے میں سخت دقت و پریشانی واقع ہوگئی تھی - جنکی تفصیل طوالت چاہتی ہے - اسی امام نے باسانی عام فہم عبارتیں عدل و انصاف سی فیصلہ کردیا -

جواب (۴) - مدعی مثیل مسیح کے زمانہ میں کسر صلیب و قتل خنزیر میں کوئی کسر باقی نہیں رہی جہانتک اسکی نظر پہونچی کوئی کافر شریر مخالف اسلام اسکی سانس سے بچ نہ سکا نظر حق بین سے دیکھو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک پیشگوئی کس صفائی سے پوری ہوئی -

جواب (۵) - حدیث میں آیا ہی کہ مسیح کی صحت کی حالت اچھی نہ ہوگی کچھہ نہ کچھہ مرض میں مبتلا رہا کریگا - مخالف و موافق سے حلفاً پوچھو کہ مرزا صاحب دائم المرض ہیں یا نہیں - **جواب (۶)** - حدیث کے معتبر پر پوشیدہ نہیں ہے کہ مخبر صادق نے مسیح موعود کا حلیہ یہ تبلایا ہی کہ وہ گندم گون اور سیدھے بال والا ہوگا آج چلکر دیکھو کہ حقیقتاً مدعی میں یہ علامات پائے جاتے ہیں یا نہیں اور وہ احمر اللون و سبط الشعر ہی یا نہیں - **جواب (۷)** - بعثت کی بعد چالیس سال تک کی زندہ رہنے کی پیشگوئی جسپر مخبر صادق کا ارشاد بہی دلالت کرتا ہی اور دجال کا (جس سے پادریان نصاریٰ مراد ہیں) قتل یعنی انکی مذہب اور دعوے کا ابطال اور انکی خدا (عیسیٰ علیہ السلام) کو مردہ ثابت کرکے انکی مذہب کی عالی شان عمارت کو جڑ سے گرا دینا اور اسلام کے خدا کی زندگی اور اسکی عظمت و شان اور معبود حقیقی ہونیکو ایک عالم سے منوا دینا اسی مسیح موعود امام کا حصہ تہا - **جواب (۸)** - آسمان نے اسکی سچائی پر گواہی دی چاند گرہن اور سورج گرہن ماہ رمضان میں واقع ہوا جس کے لئے ہزاروں اولیائے کرام و محدثین کی آنکھیں آسمان پر لگی تہیں بحمد اللہ مہدویت کی دعوے کی تیسرے چوتھے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک پیشگوئی جسکو بڑے بڑے محدثین اپنی کتابوں میں درج کرگئے ہیں - نہایت صفائی کے ساتھہ روز روشن کیطرح ۱۳۱۱ھ میں پوری ہوئی تمام ہندوستان اور پنجاب میں اسکا چرچا گھر گھر ہوگیا ؎

آسمان بارد نشان الوقت می گوید زمین +

این دو شاہد از پئے تصدیق من استادہ اند +

کو دعوت کی اور اہانت پر آمادہ کیا ہندوستان میں کوئی پادری باقی نہیں ہے جسکو یہ اسلامی دعوت بذریعہ رجسٹری نہ پہونچائی گئی ہو۔ اُسکی بست سالہ کارروائی پر نظر غور کرنے سے نور قلب بول اُٹھتا ہے کہ واقعی اس صدی کا مجدد اور امام وقت یہی ہے۔ منصف دل ہے کہ اُسکی ظاہری اور باطنی حالت کو دیکھنے سے یقین ہوتا ہے کہ یہ کوئی جعلیہ نہیں ہے سچا مامور من اللہ ہے مخالفوں نے اس کے نیست و نابود کرنے اور اسکی جماعت کے متفرق کرنے اور پھوٹ ڈالنے میں کوئی دقیقہ اور حیلہ اُٹھا نہیں رکھا مگر وا ہ رے استقامت کہ وہ کبھی کسی وقت جنبش تک نہیں کھائی۔ جماعت کی وہ کثرت کہ روز بروز فوج در فوج آرہی ہے اور اب مبائعین کی تعداد ہزاروں اور معتقدین کی تعداد لاکھوں تک پہونچ چکی ہے جسمیں بڑے بڑے مشائخ جنکے مریدین بیس بیس پچیس پچیس ہزار اور لاکھوں تک ہیں اور بڑے بڑے علماء مقلدین آئمہ اربعہ اور اہل حدیث اور فضلائے شیعہ شریک ہیں اور اُس کے مدح پڑھے ہیں اور اُسکی غلامی کو اپنا فخر سمجھتے ہیں اور ایک جماعت معزز ہندو اور نصاریٰ کی اُس کے دست مبارک پر شرف اسلام حاصل کر چکی ہے۔ اور مہمان نوازی میں ایسا کہ موافق و مخالف سب متفق ہیں کہ آج مہمان نوازی میں روئے زمین پر اُسکا ثانی نہیں اُس کے مہمان خانہ میں سو سو پچاس اور دو دو سو اور پانسو تک مہمان ہوتے ہیں خط و کتابت کی ایسی کثرت کہ آج گورنر جنرل کے دفتر کو نصیب نہیں۔ پچیس تیس برس سے مکالمات الٰہیہ اور وحی اور مامور من اللہ ہونے کا مدعی ہے۔ مجھے کوئی بتلائے کہ مفتری کو بھی اتنی لمبی مہلت مل سکتی ہے۔ کتاب عزیز میں پروردگار عالم اپنے حبیب اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرماتا ہے کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) مجھپر افترا کرتا اور وہ حکم میرے بندوں کو سناتا جسکو حقیقت میں میں نے نہیں فرمایا ہے تو اسکا مضبوطی سے داہنا ہاتھ پکڑ لیتے اور اسکی رگ جان کو کاٹ ڈالتے اور ہلاک کر دیتے۔ اور نیز ارباب سیر پر مخفی نہیں ہے کہ یمامہ کا دجال مسیلمہ کذاب اور یمن کا مفتری مدعی نبوت اسود عنسی یہ دونو حسب فرمودہ الٰہی کسقدر ذلت اور عجلت کے ساتھ مارے گئے اور ہلاک ہوئے۔ یہ بات بالکل سچ اور یقینا سچ ہے کہ مفتری کبھی اور کسی وقت عزت کے ساتھ نہیں رہا اور کبھی عزت کی کلاہ اُس کے سر کو نصیب نہیں ہوئی کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ تمام افترا کی باتیں

منافق کی طرح مامورمن اللہ اور امام زمان کے ہاتھ میں ہاتھ دینے میں کبھی درنگ نہیں
کرے گا اور اگر اسقدر سہارا دلوں کو پاکر بھی رسمی جھوٹی کہانیوں کو نہ چھوڑا اور امام
وقت کی بیعت کو اختیار نہ کیا تو ہم پکار کر کہہ دیتے ہیں کہ وہ حجۃ اللہ کے الزام کے نیچے
ہے اور عنداللہ اس کا کوئی عذر پیش نہ جائے گا۔ اور مخبر صادق علیہ الصلوۃ والسلام
کی صحیح حدیث کی رو سے اسکی موت جاہلیت پر ہوگی جو تمام شقاوتوں کی جامع ہے

نمبر ۲۔ حضرت اقدس مرزا صاحبؑ اس صدی چہاردہم کے اگر مجدد نہیں
ہیں تو آپ ہی بتلا دیجئے کہ دوسرا کون ہے اور کس میں یہ صلاحیت ہے اور
کہاں ہے اور اس نے اس دجّالی فتنہ کے وقت میں کونسا کارنمایاں کیا اور مخالفین
اسلام کے مقابلہ میں کیا کر دکھایا۔ تیرھویں صدی تک حسب بشارت احمدی صلی اللہ
علیہ وسلم وقت پر ایک ایک مجدد صدی کے سر پر مبعوث ہوتے رہے جس کا سب کو
اقرار ہے کیا کوئی مسلمان اس بات کو پسند کر سکتا ہے یا زبان پر لا سکتا ہے کہ اس چودہویں
صدی میں جو فتنہ اور فساد ایسے ہیں کہ اسکی نظیر نہ زمانہ سابق میں مل سکتی ہے اور نہ آئندہ کو ملتی
دکھائی دیتی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی معاذ اللہ خطا گئی اور ابتک
کوئی مجدد مبعوث نہ ہوا۔ سچ یہی ہے کہ اس صدی کے مجدد کے مبعوث ہونے میں ایک
منٹ کا بھی وقفہ نہیں ہوا۔ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی پیشگوئی برابر اپنے
وقت پر پوری ہوئی اور چودھویں صدی کا مجدد اعظم مسیح بن مریم احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ
وسلم چودھویں رات کے چاند کی طرح مبعوث ہو کر جلوہ نمائے عالم ہوا۔ اسکی براہین
احمدیہ وہ سیف مسلول ہے کہ ہر وقت اور ہر زمانہ میں مخالفین اسلام کے عقائد باطلہ
کو پارہ کر رہی ہے۔ آج کوئی ہے کہ ایسی بے نظیر کتاب کے مقابل میں کسی سلف و خلف
کی کتاب اسلامی تائید میں پیش کر سکے سارے علماء وقت اس کتاب کے چھپتے ہی بول
اُٹھے کہ ہم کو اسکی نظیر سلف میں نہیں ملتی اور ایسا اسلام کا غمخوار اور حامی اس کے مؤلف
کی برابر نہ کوئی پہلے گذرا ہے اور نہ اب ہے جسکی جان و مال حال وقال سب اسلام
کی نذر ہے۔ اور وہ مرد خدا پکار کر کہہ رہا ہے کہ ایک ہی مذہب اسلام زندہ ہے
اور باقی تمام مذہب مردہ ہیں جسکو شبہ ہو مجھ سے اطمینان کرالے میں ہر طرح تسلی کیلئے حاضر
ہوں۔ اس باب کے ہزاروں اشتہار یورپ اور امریکہ اور دیگر ممالک میں شائع کئے شاہان وقت

کرتا ہے اور یقین دلاتا ہے کہ مدعی اپنے دعوی میں سچا ہے اُسکی دعا ضرور سال بھر کے اندر
اپنا اثر دکھلا کر رہے گی کیا عقل و نقل اس امر کے مجوز ہیں کہ ایک مفتری کافر دجال مفتری
مردود شیطان کے ہاتھ میدان رہے اُسکی دعا کا اثر ہزاروں مسلمان قرآن و حدیث کے
عاملین پر فوراً فوراً بجلی کیطرح ایسا کام کر جاوے کہ ایک کو بھی نہ چھوڑے اور متقی
پارسا علما صلحا سب کے سب ناکام و نامراد رہیں اور ذلت کی مار کھائیں اور اُنکی دعا
اُس دجال کافر کے حق میں کارگر نہ ہو۔ پس ان دعاے احمدی اور علما اور صلحاء وقت
کے در و پوش کا صحیفہ مجموعہ ہیں یہ سبق تازہ دے رہا ہے کہ مدعی اپنے دعوی میں سچا
ہے اور علماء زمان ناحق کا شور مچاتے ہیں۔ تعصب کو چھوڑ کر اسکی کتابیں دیکھو
کہ سراپا نور و ہدایت ہیں اور اسکی تحریر کو اوروں کی تحریر سے ہرتا لو اور پھر دیکھو کہ کس میں
ہدایت کا نور چمکتا ہے اور کس کے کلام میں اسلام کی ہمدردی اور اللہ و رسول کی سچی محبت پائی جاتی ہے اگر اس کے
بعد بھی تم نے اسکو امام زمان نہ مانا تو یاد رکھو کہ عند اللہ تمہارے اس جرم کا کوئی عذر نہیں نمبر ۳ ۱۷۔ ۱۸۔ بلکہ
۲۰۔ ۲۲۔ سال کی پیشگوئیاں آج سب کے سامنے پوری ہو رہی ہیں آتھم اور لیکھرام اور احمد بیگ کی موت کی پیشگوئی
صبح صادق کیطرح واقع ہوئی انصاف پسند اگر اس کے متعلق کے اشتہارات اور رسائل کا مطالعہ کیا جائے تو بیشک
شک و شبہ جاتا رہتا ہے اور ایک قسم کی تسلی قلب کو حاصل ہوتی ہے نمبر ۴ نصاری کو اولوا الامر اعتقاد کرنیکے
بارہ میں حضرت اقدس کی تحریر میری نظر سے نہیں گذری مگر میرا تجربہ اور پختہ خیال ہے کہ انکا کوئی کلام بلا دلیل نہیں ہوتا
بالفرض والتسلیم حضرت اقدس اپنی اس رائے اور اجتہاد میں غیر مصیب ہیں تب بھی ایک اجر سے خالی نہیں صحیح
حدیثوں کو دیکھو کہ جو شخص کسی مسئلہ کے سمجھنے میں خطا کر جائے تو اسے ایک اجر ملتا ہے اور اگر مصیب ہو تو
دو اجر اجتہادی خطا پر ایک مرد مسلم کو مطعون و ملعون سمجھنا اور اسپر کفر کا فتوی دینا انہیں ناعاقبت اندیش
دنیا پرست مولویوں کا کام ہے جنہیں خوف خدا نہیں اور کفر کے حقیقی مفہوم اور اس کے انجام تک پہونچنے
سے اُنکی نظر قاصر ہے۔ اور کبھی انہوں نے مسئلہ اصولی المجتہد یخطی و یصیب پر غور نہیں کیا اور کیونکر
کرتے حسد اور حب جاہ نے انکو کہیں کا نہ رکھا انکو تکفیر بازی کے سوا کیا آتا ہے کیا یہ دل کے روشن چشم
آیۂ کریمہ ولا تقولوا لمن القی الیکم السلام لست مؤمنا قرآن مجید میں نہیں پڑھتے اور نہیں
ایذاے مسلم اور اسپر لعنت کرنیکی احادیث وعید نہیں سوجھتیں اور کیا انکو وہ حدیث بھی یاد نہیں رہی کہ ایک
کافر نے ایک صحابی کے روبرو لا الہ الا اللہ پڑھا مگر صحابی نے اس کے اس فعل کو نفاق پر حمل کر کے قتل کر ڈالا جب
دربار نبوی میں اسکا تذکرہ آیا تو آنحضرت صلعم نے غضبناک ہو کر فرمایا کیا تو نے اسکا سینہ چاک کر کے دیکھا تھا کیا ظاہر

مرزا غلام احمد کے حق میں اس کے نعوذ باللہ دجال و مفتری ہونے کے باوجود بھی خیر سے مبدل ہوگئیں۔ جس افترا کو حق سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے حبیب کے بارے میں ناپسند کیا تھا کیا آج ایک امتی کے حق میں پسند فرما سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ کوئی مومن خدا اور قرآن کریم اور رسول صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاکر ایسی بیہودہ باتیں منہ سے نکالے گا۔ کیا مفتری کو علوم قرآنی دئے جاتے ہیں۔ قرآنی حقائق کا چشمہ اسکی زبان وقلم سے جاری ہو سکتا ہے ہرگز نہیں۔ وہ مدعی باعلی اصوات پکار رہا ہے کہ کوئی نہیں جو فصاحت و بلاغت عربی میں میرا مقابلہ کرے کیا کوئی ہے کہ قرآنی حقائق ومعارف کے امتحان کے لئے میرے سامنے میدان میں کھڑا ہو۔ اس مدعی نے بعض سورتوں کی ایسی بے نظیر تفسیر لکھی ہے کہ اسکا ثانی قرون اولی میں نہیں۔ کیا کوئی بتلا سکتا ہے کہ ایسا قرآنی معارف کا جاننے والا فلاں امام یا مجتہد قرون اولی میں گنتا ہے اسکی فلاں فلاں تفسیر موجود ہیں اور وہ تمام مخالفین وموافقین کا جواب قرآنی آیات سے ہی دیا کرتا تھا۔ بھائیو قرآن شریف پاک کلام ہے اس کے پاس پاک دل پاک اعتقاد پاک زبان پاک اعمال لانا چاہیئے تب رموز قرآن کھلتے ہیں لا یمسہ الا المطہرون کا اشارہ بھی تو اسی طرف ہے پس یہ دولت لازوال مفتری کذاب دجال کے حصہ میں کسطرح آسکتی ہے سوچو اور پھر سوچو اگر میرے کلام کو مبالغہ پر محمول کرتے ہو تو بفضلہ تعالے وہ ابھی زندہ ہے آزما لو اور ایک مرتبہ اُسے دیکھ لو جھوٹ سچ کھل جائے گا۔ آج وہ دنگل میں خم ٹھوک کر ھل من مبارز کہہ رہا ہے کیا کوئی پہلوان ہے کہ پیشگوئی کے وقت اور استجابت دعا میں ہمارے پنجہ میں پنجہ ڈالکر ہمیں آزمالے افسوس کسی نے مرد میدان بنکر اُسکا سامنا نہیں کیا یہاں تک تو کہا کہ اگر تم سے کچھ نہیں ہو سکتا ہے تو صرف اتنا کرو کہ میری لکھی عربی کو میرے روبرو ایک مجلس میں پڑھکر بھی اور سب کو سُنادو اور سمجھادو۔ اور اگر تم سے یہ بھی ونہ ہو آگیا تو تب بھی میں مغلوب اور کاذب ہوں تم غالب اور سچے ہو۔ بھائی جان یہ کام چنداں مشکل نہیں ہے مگر رعب حق کسیکو اسپر آمادہ ہونے نہیں دیتا نہایت غور کا مقام ہے الیس منکم رجل رشید ؎ ہیبت حق ست ایں از خلق نیست ؛ ہیبت ایں مرد صاحب دلق نیست ؛ مکفرین و مکذبین کو مباہلہ مسنونہ کی طرف بلایا مگر کسی نے اسکی طرف رُخ ہی نہیں کیا۔ اور کیونکر کرتے جب اندر سے انکا دل انکو ملامت

کہ اچھے اچھوں کے پاؤں پھسل گئے اور جھوٹھ بولنے کے سوا چارہ نہ پڑا مگر یہ بہادر اسد اللہ وہاں بھی ثابت قدم نکلا کہتے ہیں کہ جس زمانہ میں انگریزی ڈاکخانوں کی قواعد بہت ہی سخت تھی حتی کہ خط کے اندر دوسرا خط بھیجنے میں پانچ ماہ کی سزا یا چھ سو روپیہ جرمانہ قرار پایا تھا اسوقت حضرت اقدس نے ایک رسالہ جسمیں خط بھی موجود تھا مالک مطبع کے پاس بغرض انطباع ارسال فرمایا مطبع والے عیسوی مذہب کے رکھتے تھے راد کو قابو میں پا کر صدر ڈاکخانہ میں مخبری کی افسر ڈاکخانہ نے بحیثیت مدعی عدالت میں مقدمہ دائر کرا کر صاحب ممدوح کی نام سمن جاری کروایا حضرت مجدد عدالت میں حاضر ہوئے وکلا سے مشورہ لیا تو سب نے متفق اللفظ رائے دی کہ آپ انکار دیں کہ یہ رسالہ اور خط میرا ہی ہے مگر میں نے الگ الگ بھیجا ہی مطبع والا شرارت سے ان دونو کو ایک جگہ کر کے پیش کرتا ہی اور معمولی دو گواہ پیش کر دیں کچھ نہ ہوگا اور اگر آپنے اکٹھے بھیجنے کا اقرار کیا تو سمجھ لیجئے کہ قیدخانہ نصیب ہے حضرت اقدس نے فرمایا کہ کذب کبھی ہرگز نہ ہوگا آجتک میں نے جھوٹھ نہیں بولا غرض حاکم نے پوچھا کہ یہ رسالہ کسکا ہی اور خط کسکا فرمایا دونو میرے ہیں۔ سوال آپنے دونو کو ایکساتھ بھیجا تھا جواب ہاں مگر نیک نیتی سے حاکم دیر تک منہ کو دیکھتا رہا آخر برات دیدی اور چند پیسٹ آفس والوں نے شور مچایا مگر حاکم نے نہ سنا۔ سے راستی موجب رضائے خداست ؛ کس ندیدم کہ گم شد از رہ راست ؛ آج کوئی ہے کہ ایسی آفت کی وقت میں راستی پر قدم مار کر عزت و آبرو کی پروا نہ کرے۔ کیا یہ سچا واقعہ طالب حق کو یقین کامل نہیں دلاتا ہی۔ سوچو ملہم من اللہ مہدی و مسیح موعود ہونیکا دعوی کر کے اللہ پر افترا باندھ سکتے ہیں۔ فتدبروا یا اولی الابصار۔ جب مولویوں نے دیکھا کہ انکی دعا قبول ہوتی ہی اور نشان انکی تائید میں بارش کیطرح برستے ہیں پیشگوئیوں کا وقوع دمبدم ہو رہا ہی تو افترا باندھا کہ مرزا صاحب نجومی اور رمالی ہے اور انکی پاس آلات رصد ہیں۔ بھائی جان اہل اللہ کی مخالفت کی سبب ان مولویوں کی عقل پر پتھر پڑ گئے ہیں یہ عقل سے معذور اتنا نہیں سمجھتے کہ رصدخانہ کوئی ڈبیا یا صندوقچہ نہیں ہے جسکو حضرت اقدس نے بڑے صندوق میں بند کر رکھا ہی ذرا مدراس کے رصدخانہ کو جو شاہی رصدخانہ ہی دیکھو کیسا بلند اور عالیشان ہی لاکھوں روپیہ کی عمارت ہے انہوں نے اگلے مخالفین اسلام کے کان کاٹے اتنا نہیں سمجھتے کہ ناپاک رمالی اور نجومی کے ناپاکدل یا زبان پر بھی قرآنی معارف کھل سکتے ہیں انکو لا یمسہ الا المطہرون یاد نہیں کہ اس نعمت کی اکتساب کیلئے پاکدل چاہیے۔ اور بعض ناسمجھ یہ کہہ اٹھتے ہیں کہ مرزا قادیانی بڑا کاسب و عامل ہے منہ سے جو کہتا ہی وہ پورا ہو جاتا ہی اور جسکی نسبت کہی کہ مرجا وہ مرجاتا ہے یہ کیسا بدعقیدہ ہے اللہ تعالی فرماتا ہی فاذا قضی امرا فانما یقول لہ کن فیکون اور انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون فسبحان الذی بیدہ ملکوت کل شیء والیہ ترجعون جب اللہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہی تو کہتا ہے کہ ہوجا وہ ہوجاتا ہے پاکی ہے اس ذات کے لئے جسکے ہاتھ میں تمام چیزوں کی حکومت ہی۔ پس مسلمان کہلا کر ایسے کفریات منہ سے نکالیں۔ الحق حضرت اقدس کی کشف و کرامت اور پیشگوئیوں کا وقوع اور استجابت دعا مخالفوں کے حق میں اسی طرح حجاب اکبر ہوگئے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے کفار مکہ کے حق میں ہوگئے تھے اور کہتے تھے کہ یہ ساحر ہے۔

نمبر ۲ مولوی نذیر حسین دہلوی نے بڑے جوش سے حضرت اقدس کو بلایا اور دعوی کیا کہ ہم حیات مسیح ثابت کرینگے

اقرار یہ نہیں ہو حضرت اقدس ؐ ان کے سامنے بار ہا کلمہ پڑھتے اور اظہار حلفاً دیتے ہیں کہ میں مسلمان ہوں اور تمام اسلامی عقائد اور فرائض جو قرآن مجید اور صحیح حدیثوں سے ثابت ہیں ہیں اُنکا معتقد ہوں انکی منکر کو کافر جانتا ہوں اور ارکان اربعہ کا پابند ہوں اسکے جواب میں مولوی کہتے ہیں کہ جب تو ہمارے مسئلہ میں حضرتؒ کا مخالف ہے گویا ہی دلیل قوی کیوں نہو مگر ہم تجھے بغیر تکفیر کی گولی لگائے کبھی نہ چھوڑینگے اگرچہ تو قرآن و حدیث کی پناہ میں ہی ہو۔ رسول اکرمؐ کا صحابہ کرام پر تاکیدی ارشاد تھا کہ جس محلہ سے اذان کی آواز آوے اور جس قریہ میں اسلامی آثار نمودار ہوں تو وہاں سے تلوار اٹھا لو۔ جہاد مت کرو انہیں مسلمان سمجھو۔ افسوس آج اس کے خلاف پر عمل ہے۔ ایک مسلم تمام احکام شرعی کو عقائد کے ساتھ انجام دیتا ہو اور پنجوقت نماز باجماعت پڑھتا ہے اور رمضان کے روزے رکھتا ہو اور زکوۃ دیتا ہو اور اسلام کی تائید میں مخالفین کے حربہ کی روک کیلئے اپنی جان ومال مال وقال عزت و آبرو زبان وقلم کو سپر بنائے بیٹھا ہو تب بھی یہ خونخوار مولوی غازی مجاہد اسکے آواز اور مکان اور در و دیوار پر تکفیر کے گولہ بارے کو سعادت سمجھتے ہیں۔ حقیقت میں یہ لوگ اسلام اور بانی اسلام دونوں کے دشمن ہیں۔ امام شمس الدین ابن قیم حنبلیؒ اپنے اشعار میں کیا اچھا کہا ہے

ومن العجائب انکم کفرتم   اهل الحدیث وشیعة القرآن

الکفر حق الله ثم رسوله   بالنص یثبت لا بقول فلان

من کان رب العلمین وعبده   قد کفراه فذاک ذو الکفران

فهلم ویحکم نحاکمکم الی   النص من وحی ومن قرآن

وهناک یعلم ای حزبینا   علی الکفر ان حقا او علی الایمان

فلیهنکم تکفیر من حکمت   باسلام وایمان له النصان

ان کان ذاک مکفرا یا امة   العدوان من هذا علی الایمان

کفرا لنصر والله من شهد الرسول   بانه حقا علی الایمان

نمبر ۶ پروردگار عالم اپنی پاک کتاب میں نیک گمان کا ارشاد فرماتا ہے اور آپس میں حسن ظنی کی ہدایت کی ہے شیخ شیرازی نے کیا اچھا کہا ہے ؎ ہر کرا جامہ پارسا بینی ٭ پارسا دان ونیک مرد انگار ٭ لیکن آجکل مسلمانوں کا عمل اس کے خلاف ہے رات دن اپنے دینی بھائی کے ظاہر احوال سے نظر انداز کرکے اندرونی عیوب کی جستجو میں رہا کرتے ہیں اور اگر کوئی حسد کی چنگاری انکے دل کی خاکستر میں چھپی ہے تو افترا و بہتان لگانے میں بھی دریغ نہیں کرتے۔ حضرت اقدس کا تقوی اور زہد مسلم ہو چکا ہے کہ کسی مسلمان نے ابتدائی شباب وسن شعور سے آج ساٹھ برس کی عمر تک انگلی سے اشارہ تک نہیں کیا۔ سارے ہندو اور مسلمان انکی راستبازی اور دینداری کے قائل ہیں اور آپ جانتے ہیں کہ عزت اور مصیبت کا سامنا وہ مشکل بلا ہے

کس کتاب میں ہے معہ اسناد پیش فرمایے ہم اسمیں غور کریں گے۔

جواب سوم - ایک نبی مرسل کو امتی بنانا درحقیقت اسکو نبوت سے معزول کرنا ہے حالانکہ جمہور سلف خلف اہل سنت وجماعت کا عقیدہ اسکے خلاف ہے ہی عقائد کی کتابیں اس سے بھرے پڑے ہیں:۔

جواب چہارم - امتی بناتے ہی یقیناً معصومیت کا امتیازی تاج حضرت مسیح کے سر سے ظلماً وغصباً اتار لینا پڑے گا۔ وھو مذموم عند العامۃ۔

جواب پنجم - قرآنی عارف اور ماہر حدیث وسیر پر پوشیدہ نہیں ہے کہ ایک ایک وقتمیں متعدد نبی قوم کی ہدایت کرنے کے لئے مبعوث ہوئی ہیں مگر آج تک کسی نے یہ نہیں بتلایا کہ فلان نبی فلان نبی کا امتی تہا۔ اسکی نبوت سلب کرکے دوسرے کی تابع کر دیا گیا تہا اور اُس وقت اس تعداد انبیاء کی کسی قسم کی قباحت متصور نہیں تہی بخلاف ہمارے اس زمانہ کے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری حضرت رسالت ماب کی نبوت میں ختمی طور پر ایک بہاری نقص پیدا کرنے والی ہے۔

جواب ششم - حضرت موسیٰ علیہ السلام کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معراجی قربت وکثرت امت پر گریہ۔ اور یہ فرمانا کہ یہ لڑکا (محمد صلعم) جو میرے بعد مبعوث ہوا اُسکی امت میری امت سے بہت عزیادہ بہشت میں داخل ہوگی معترض کے مدعا کا صریح مخالف ہے دیکھو صحیحین وسنن نسائی وغیرہ۔ بھلا با اخلاص وعقیدت مند مرید بہی اپنے مرشد کامل کی کثرت مریدین سے کہیں روتا اور رشک کرتا ہے ہرگز نہیں۔ معلوم نہیں کہ معترض کلیم اللہ وروح اللہ جیسے الوالعزم رسولوں کو اپنے برابر امتی بناکر انکی کمال لازوال عطیہ رحمانی میں زوال لانے کے فکر میں کیوں ہے۔

جواب ہفتم - لانفرق بین احد منھم - الایۃ - لا نفرق بین احد من رسلہ - الایۃ - یعنی ہم رسولوں میں کسی ایک کے بہی درمیان جدائی نہیں سمجھتے ہیں ان دو آیتوں کا اس طرف صاف اشارہ ہے کہ تمام انبیاء بحیثیت نبوت کے ایک ہی رتبہ کے ہیں کسی کو اسمیں تفوق اور کسی کو تنزل نہیں ہے۔ اور یہ امر ہمارے ایمانیات میں سے ہے۔ پس حضرت مسیح ابن مریم رسول اللہ کو امتی بنانا لاریب ہر دو آیۃ کریمہ کے خلاف اور انہیں نبوت تامہ کے درجہ سے گھٹانا ہے اور تفریق میرے نزدیک منجر

۔۔ اور جسم عنصری آسمان پر جانا دلائل شرعیہ سے ثابت ہے حسب حضرت اقدس دہلی تشریف لائے تو شیخ الکل نے خود بھی بالو نکو درمیان لا کر گریز کیا اور شہادت تحفہ کو چھپایا اور خلاف عہد کرکے سارے عالم پر جتلا دیا کہ حیات عیسیٰ میرے پاس کوئی دلیل نہیں۔ لوگوں نے شیخ الکل سے مایوس ہوکر مولوی محمد بشیر بھوپالی کو آمادہ کیا تحریری مباحثۃ الحق میں معہ دستخط فریقین موجود ہے۔ مجھے حیرت ہے کہ علماء نے اس مسئلہ مشہورہ سے کہ جب ایک مسلم میں ۹۹ علامت کفر کی ہوں اور ایک وجہ اسلامی بھی اسمیں پائی جاوے تو وجہ اسلامی کو ترجیح دیکر اسکے کفر سے اجتناب کرنا چاہئے کیوں انحراف کیا۔ اور انصاف تو یہ تہا کہ جن باتو نپر شبہ ہوا تہا اسکی تشریح اسکے متکلم سے دریافت کیا ہوتا افسوس ایسا نہیں کیا گیا بغیر دریافت حقیقت حال جو علمائے ظواہر کا ذمہ ہے بلا خوض و فکر کفر کا فتوی لکھدیا انکی زبان سے کوئی عارف امام مجتہد کفر سے نہیں بچا۔

آخری گذارش خاکسار عبدالرحیم گنگلی دریاپوری عرض کرتا ہے کہ اگر اس تحریر میں بمقتضائے بشریت کوئی لغزش عالی نظر سے گذرے تو المومن مرآۃ المومن پر عمل فرما کر اس سے اطلاع دیں اور اس مسئلہ کے متعلق جسقدر اور ایحاث ہیں اگر انکا استیعاب منظور ہو تو حمامۃ البشری اور تحفہ بغداد اور توضیح مرام اور ازالہ اوہام اور الحق مباحثہ دہلی دیکھیں یہ مکتوب مختصر دلائل وفات مسیح پر مشتمل ہے اسلئے اسکا نام الدلیل المحکم علی وفات مسیح بن مریم رکھا گیا ہے اس کا خطاب عام ہے ہرگز خطاب خاص سمجھکر دلمیں کدورت نہ رکہیں۔ **ضمیمہ** حضرت امام علیہ السلام نے رافعک الی کی ایک نکتہ تفسیر الحق دہلی میں مولوی محمد بشیر کی تفہیم کیلئے لکھی ہے خاتمہ پر اسکا ذکر برکت اور فائدہ سے خالی نہوگا۔ وہ یہ ہے۔ یہ بات بہی یاد رکہنے کے لائق ہے کہ آیۃ میں رافعک الی وارد ہے رافعک الی السما وارد نہیں اسمیں حکمت یہ ہے کہ روح کوئی مکانی چیز نہیں ہے اسکے تعلقات مجہول الکنہ ہوتے ہیں مرنیکے بعد ایک تعلق روح کا قبر کے ساتھ بہی ہوتا ہے اور کشف قبور کیوقت ارباب کشف کا مشاہدہ ہے وہ تعلق ظاہر ہوتا ہے کہ مردے اپنی اپنی قبور میں بیٹھے ہوئے نظر آتے ہیں بلکہ السنہ صاحب کشف کی مخاطبات و مکالمات واضح ہوجاتے ہیں یہ بات احادیث سے بخوبی ثابت ہے صلوۃ فی القبر کی حدیث مشہور ہے اور احادیث سے ثابت ہے کہ مردے جوتی کی آواز بہی سن لیتے ہیں اور السلام علیکم کا جواب بہی دیتے ہیں باوجود اسکے انکا آسمان سے بہی ایک تعلق ہوتا ہے اور اپنے نفسی نقطہ کو مکان پر انکا تمثل مشاہدہ میں آتا ہے اور انکار فع مختلف درجات سے ہوتا ہے بعض آسمانپر رہتی ہیں بعض دوسرے تک بعض تیسرے تک لیکن موت کے بعد رفع روح ہی ضرور ہوتا ہے جیسا کہ حدیث صحیح اور آیۃ لا تفتح لہم ابواب السماء میں اسطرف اشارہ کر رہی ہے لیکن انکا آسمانوں پر ہونا ایک مجہول الکنہ امر ہے عنصری خاکی جسم تو انکو ساتھ نہیں ہوتا کہ خاکی اجسام کیطرح ایک حیز مکانی میں انکا پایا جانا ضروری ہو اسیلئے خدا تعالی نے رافعک الی فرمایا رافعک الی السماء نہیں کہا کیونکہ جو لوگ فوت ہوجاتے ہیں وہ خاص طور پر کسی مکان کی طرف منسوب نہیں ہو سکتے بلکہ فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر ہوتے ہیں یعنی اگر انکا کوئی خاص مکان ہے تو یہی ہے کہ خدا تعالی کا قرب مکان جو حسب استعداد انکو ملتا ہے ابجگہ قرآن میں رافعک الی ہی ہے جسکے یہ معنی ہیں کہ میں تجکو اپنی طرف اٹھانیوالا ہوں اگر جسمانی طور پر رفع مراد لیا جاوے تو سخت اشکال پیش آتا ہے کیونکہ احادیث صحیح بخاری سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح معہ اپنے خالہ زاد بہائی کے دوسرے آسمان پر ہیں تو کیا خدا تعالی دوسرے آسمان پر بیٹھا ہوا ہے تا دوسرے آسمان میں ہونا رافعک الی کا مصداق ہوجاوے بلکہ اسجگہ روحانی رفع مراد ہے جسکا حسب اپنے خاص آسمانی تعلق ہے بخاری میں حدیث معراج کو پڑہو اور غور سے پڑھو۔ جواب خلاصہ کلام یہ ہے کہ ان تمام وجوہات کی رو سے قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ وفات پاگئے ہیں بلاشبہ آیۃ انی متوفیک حضرت عیسیٰ کی وفات پر قطعیۃ الدلالت ہے عموم محاورہ قرآن شریف کا اسی پر دلالت کرتا ہے بخاری میں حضرت ابن عباس کی روایت سے متوفیک کا معنی ممیتک لکہی ہیں اور بخاری نے کسی صحابی کی روایت سے کوئی دوسرے متوفیک کے معنی ہرگز اپنی صحیح میں نہیں لکھے اور نہ مسلم نے لکہی ہیں بلکہ یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ خدا تعالی کے فاعل ہونے اور انسان کے مفعول ہونیکی حالت میں بجز قبض روح کے اور کوئی معنی نہیں ہو سکتے اسی بنا پر سینکڑوں ہزار روپیہ کا اشتہار بہی دیا اب اگر یہ آیت مسیح ابن مریم کی وفات پر قطعیۃ الدلالت نہیں تو دلائل مذکورہ بالا اور نیز دلائل مفصلہ مندرجہ ازالہ اوہام کا جواب دینا چاہئے تا آپکو ہزار روپیہ بہی ملجاوے اور اپنے بہائیوں میں علمی شہرت بہی ہوجاوے۔ انتہی۔ بعد ختم رسالہ ایک صاحب نے چند

جواب۔ حدیثوں میں یہ بھی آیا ہے کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتا۔ یہ حدیث اور حدیث اور دونو باعتبار لفظ و معنے کے ہمرنگ ہیں۔ جسطرح حدیث اول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال عظمت پر دلیل ہے ایسی ہی حدیث دوم بھی حضرت فاروق کے علو مرتبت پر ایک قوی قرینہ ہے۔ خاتم الانبیاءؐ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نبی ہونا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا آنحضرت صلعم کے باسعادت زمانہ کو پاکر آپکا متبع ہونا فرض کے طور پر مانا گیا ہے۔ نہ حقیقی طور پر اگر حدیث اول میں اتباع حقیقی مراد لیا جائے تو حدیث دوم میں بھی جو اسکا ہمرنگ ہے بالضرور نبوت حقیقی لینی پڑے گی۔ اور اسوقت ایک سخت اعتراض اور ایک بلا کا سامنا درپیش ہوگا اور وہ یہ ہے کہ **العیاذ باللہ** حضرت موسیٰ علیہ السلام عمر فاروق سے بدرجہا کم رتبہ ٹھہریں گے اور حضرت عمر خاتم الانبیا رہ جائیں گے۔ پھر ہم سائل سے پوچھتے ہیں کہ یہ اتباع مع النبوت ہے۔ یا بلا نبوت۔ بصورت اولی جبرئیل کا وحی رسالت و نبوت لیکر حضرت موسیٰ کے پاس تشریف لانا تمام مسلمانوں کو تسلیم کرنا پڑے گا۔ کیونکہ رسالت کو نزول وحی لازم پڑا ہوا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ مہبط وحی کسی کا تابع نہیں رہتا۔ اپنے سارے امور کا انتظام بذریعہ وحی آسمانی کرتا ہے اب بتلاؤ کہ خاتم الانبیاءؐ کے زمانہ میں نبوت کے دوسرے سلسلہ کی تجویز میں کتنی قباحت اور محالات نقلی و عقلی کا ارتکاب لازم آتا ہے اور بصورت ثانیہ ایک برگزیدہ اولوالعزم نبی کو معزول سمجھنے اور اسکی معصومیت امتیازی میں دھبا لگنے کی قطع نظر **لا نفرق بین احد من رسلہ** آیت محکم کا نسخ وصریح خلاف ہے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہمارے رسول صلعم کی کثرت امت پر گریہ و رشک (جسکا ذکر قریب میں گذرا ہے) اس اتباع حقیقی کا سخت مخالف ہے۔ اصل نبوت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یونس نبی پر ترجیح نہ دینا اور کلیم اللہ جیسے باعظمت رسول کو محض متبع محمدیؐ اعتقاد رکھنا کسی باحواس انسان کا کام نہیں ہے۔ یہاں ہم معترض صاحب کا شکریہ تہ دل سے ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے اس اعتراض میں ہمیں ایک اور حدیث یاد دلا دی جسکا خلاصہ یہ ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر موسیٰ و عیسیٰ دونو زندہ ہوتے تو انہیں میری پیروی ہی ضرور کرنی پڑتی۔ اس حدیث کا صاف مطلب یہی ہے کہ دونوں حضرت وفات پاچکے ہیں دونوں میں سے ایک بھی موت سے بچا نہیں ؎ عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد + خمیر مایہ دکان شیشہ گر سنگ است۔

تنبیہ۔ یہ دلائل قویہ و نشانات بینہ جو بطور نمونہ کے مختصر الفاظ میں لکھے گئے ہیں ایک باخدا طالب

الی التوھین ہے ۔جو بالاجماع کفر ہے ۔اور اس نص محکم کے مقابل معترض کی روایت (جسکی صحت پر ہمیں ابھی کلام ہے) صحیح ہونے کی صورتمیں بھی کیطرح ٹھہر نہیں سکتی ۔کما لایخفی علی ماھر الفن وثانیاً خاتم کتب (قرآن مجید) کی اس آیت مذکورہ پر غور کرنے سے بکرشمہ ہمیں ابھی ایک نکتہ باریک یہ معلوم ہوا کہ تمام انبیاء و مرسلین عزلت نبوت سے معصوم ہیں کیونکہ بصورت عزلت عن النبوت ۔ہرگز ہم کو عدم تفریق کی ہدایت نہوتی پس یہ معصومیت قطعاً ہمیں کسی نبی کے امتی بنانے سے روکتی ہے فتدبّر۔

جواب ہشتم ۔بشرط صحت روایت و عدم مخالف یا آیت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی یہ آرزو اور یہ ارشاد سراسر انکی انکساری پر دال ہے اس لئے کہ حقیقۃً نبوت و رسالت کے عہدہ سے بالکلیہ الگ ہو جا کر امت محمدؐی بنجانا انکا اختیاری امر نہیں ہے یہ فعل اللہ جل شانہ کے ہاتھ میں ہے اور ہم ابھی ثابت کر آئے ہیں کہ خدائے تعالیٰ نے کسی اپنے نبی کو پیغمبری سے معزول نہیں فرمایا ۔حدیث صحیح میں آیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مجھکو یونس نبی پر فضیلت مت دو آپکا یہ ارشاد کسر نفسی و تواضع پر محمول ہے ۔ ورنہ بحیثیت قرب و مدارج آنحضرتؐ تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل و اشرف ہیں اسپر صدہا آیات و احادیث بالصراحت دلالت کرتی ہیں ہاں نفس نبوت و رسالت میں دونوں حضرات مساوی الرتبہ ہیں ۔یہاں ایک بات حفظ کے لایق ہے کہ حضرت یونس نبی جن کا اندراج اولوالعزم رسولوں میں نہیں ہے جب بحیثیت نبوت خاتم رسالت علیہ التحیۃ کے ہم پلہ ہیں تو پھر کسی مومن کو ایک اولوالعزم جلیل الشان حضرت عیسیٰ جیسے رسول کو نبوت سے معزول کرکے امتی بنانے میں کیونکر جرارت و دلیری ہو سکتی ہے عجیب حیرت انگیز بات ہے کہ ایک طرف تو یہ عقیدہ و ایمان ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام رسول برحق ہیں اور کوئی رسول رسالت کے باعزت عہدہ سے الگ نہیں کیا گیا ۔اور دوسری طرف یہ اعتقاد بھی اسکی ساتھہ ساتھہ چلا جا رہا ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم (جنکی رسالت کو غیر منفک مانا گیا ہے) آخر زمانہ میں امتی اور امام مہدی کے تابع فرمان اور لشکری بنکر عمر گذاریگے معترض صاحب! یہ اجتماع ضدین ہے ۔خدا کے لئے ان دو متضاد کو اپنے سینہ بے کینہ میں جگہ نہ دیجئے ۔وماذا بعد الحق الا الضلال ۔ وما علینا الا البلاغ ۔

سوال ۔حدیث تو نہیں آیا ہے کہ اگر حضرت موسیٰ زندہ ہوتے تو انہیں میری اتباع کے بغیر کچھ بن نہ پڑتا ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اللّٰھم انصر من نصر دین محمدٍ اللّٰھم انصر من نصر غلام احمد صلی اللہ علیہما وسلم

الدلیل المحکم

کا

دوسرا حصّہ

منشی کرم الٰہی صاحب کے مغالطہ کا رد اختصار کے ساتھ

اندنوں ایک رسالہ (الدلیل علی اثبات حیات المسیح عیسیٰ ابن مریم وتکذیب خروج المثیل) میری نظر سے گذرا جس میں کرم الٰہی صاحب الملقب بمنشی نے حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی پر حملہ کیا ہے۔ اور درحقیقت اپنے قصور فہم کے سبب ناحق اپنی پردہ دری کرائی ہے مدعیان نبوت والوہیت کی ایک لمبی فہرست میں ستائیس شخصوں کے نام درج کرکے عوام کو یہ دہوکا دینا چاہا ہے کہ مرزا صاحب بھی انہیں سے ہیں ان سے ڈرتے رہو اگرچہ حصّہ اول اس رسالہ کا اس قسم کے تمام وساوس کے رفع دفع کے لئے ایک جامع اور مدلل اور کافی ہے۔ اور منشی صاحب کے رسالہ میں کوئی ایسی نئی بات پائی نہیں جاتی کہ جس کا کافی جواب ہم نے پہلے ہی سے اس مختصر کتاب میں بدلیل واضح نہ دیا ہو مگر ہم مزید توضیح اور افادہ عام کی غرض پر بطور **قال اقول** کچھہ لکھنے کو مناسب سمجھتے ہیں۔

قال یہ بھی اسی دور فتنہ کا اثر ہے کہ آج کل مرزا غلام احمد قادیانی بزور الہام مدعی مسیح موعود کے بن بیٹھے ہیں اور برخلاف قرآن وحدیث جس پر تمام امت کا سوائے خلاصہ ملاحدہ وفلاسفہ کے اجماع واتفاق ہے یہ کہتے ہیں کہ عیسیٰ مسیح ابن مریم علیہما السلام فوت ہوچکے ہیں اب وہ دنیا میں

حق کو اسبات کے ماننے پر مجبور کرتی ہیں کہ حقیقت مرزا غلام احمد صاحب اس صدی چہاردہم کے مجدد اور مہدی معہود و مسیح موعود امام الزمان ہیں اور ایسے کیلئے علامات کے باوجود انکار یا اصرار کرنا سخت حرمان کا باعث ہے اور ایسا شخص اہل اللہ و ولی اللہ کی شناخت نہ کرنیکی وجہ سے من عاد ولیاً لی فاذنتہ بالحرب کے حکم کے نیچے آتا ہے - دیکھو بخاری شریف یعنی اہل اللہ کی عداوت کے سبب سے اسکا دل سخت ہو جاتا ہے اور اعمال حسنہ کی توفیق چھین لیجاتی ہے - اور اسکی یہ خطرناک حالت ترقی پاکر ایکدن اسکو دنیا سے بے ایمان اٹھاتی ہے - العیاذ باللہ - اور جو لوگ کہتے ہیں کہ انکو ماننے میں ہمیں کفر کا خوف ہے انہیں سخت دہوکا لگا ہے انکو اتنا ہی معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمکو تمام مسلمانوں کے ساتھہ حسن ظن رکھنے کا حکم دیتا ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب اول درجہ کے متقی اور راستباز ہیں اور اتنے بڑے عالم ربانی ہیں کہ آج ہمیں دنیا میں انکی نظیر نہیں مل سکتے اور جان و مال حال و قال سے اسلام و بانی اسلام پر فدا ہیں تو کیا انکے ساتھہ حسن ظن رکھنے کیلئے یہ باتیں کافی نہیں ہیں علاوہ ازیں نعوذ باللہ اگر صاحب موصوف اپنے دعوی میں کاذب مفتری ہیں تو ہمارا کیا بگاڑ سکتے - بلکہ اپنے کئے کی سزا پائینگے وہی کتاب و سنت جنپر چلنے کے لئے مرزا صاحب کی ہدایت تہی اب بہی ہمارے ہاتھہ میں ہے اسوقت ہمارا ایمان گہاٹے میں پڑتا اور ہم سخت مورد طعن و لعن ہوتے کہ قرآن مجید اور احادیث نبوی کے خلاف بنیاد ستون العمل قرار دیا ہو - اور انشاء اللہ تعالی حسن ظن کے باعث ہم عند اللہ ماجور ہونگے اللہ تعالی اپنے کلام قدیم میں فرماتا ہے کہ - قد جاءکم بالبینات فان یک کاذباً فعلیہ کذبہ وان یک صادقاً یصبکم بعض الذی یعدکم - یعنی یہ مدعی کہے کیلئے نشانونکی ساتہ آیا ہے پس اگر یہ اپنے دعوی من اللہ ہونیمیں جہوٹا ہے تو تمہارا کیا بگاڑیگا افترا اور جہوٹ کے سبب سے مار پڑیگی اور ذلیل خوار کیا جائیگا اور یاد رکہو کہ اگر وہ صادق اور من عند اللہ ہے تو ضرور انکی مخالفت اور اسکی بد دعا اور پیشگوئی کا اثر جسکا تمہیں وعدہ دیا ہے ایک نہ ایک دن پہونچکر رہیگا - خلاصہ کلام یہ ہے کہ ایسے مدعی پر جسکے ساتہہ اتنے نشانات ہوں اور تقوی و طہارت میں اور قرآنی حقایق و معارف جاننے میں اور اسلام کیلئے اپنا سینہ سپر بنانے میں جسکا نظیر آج ہمیں نہیں ملتا) حسن ظن رکھکر اسکے دعویکو راستی پر محمول کرنیمیں کسی قسم کا نقصان نہیں اور اسکے انحراف میں زیادہ اور کیا کہیں صرف حدیث اول مذکور کیساتہہ ایک دوسری حدیث کو ضم کر دیکر سناتے ہیں - حدثنا عبد اللہ حدثنی ابی حدثنا اسود بن عامر انا ابو بکر عن عاصم عن ابی صالح عن معاویۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من مات بغیر امام مات میتۃ جاہلیۃ صفحہ نمبر ۹۶ جلد نمبر ۴ یعنی مسند احمد واخرجہ احمد والترمذی وابن خزیمہ وابن حبان وصححہ من حدیث الحارث الاشعری بلفظ من مات ولیس علیہ امام جماعۃ فان موتتہ موتۃ جاہلیۃ ورواہ الحاکم من حدیث ابن عمر ومن[۴۵] کا اس صحیح حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص اپنے زمانہ کے امام کو شناخت نکرے اسکی موت جاہلیت کی موت ہوتی ہے یہ حدیث ایک متقی کے دلکو امام الوقت کا طالب بنانے کیلئے کافی ہو سکتی ہے کیونکہ جاہلیت کی موت ایک ایسی جامع شقاوت ہے جس سے کوئی بدی اور بدبختی باہر نہیں +

[۴۵] حدیث معاویۃ ورواہ البزار من حدیث

زمانہ کا مسیح اور اپنے وقت کا مجدد دین وھدیٔ وقت وامام زمان ہے۔ براہین احمدیہ کو آپ کے روبرو پیش کرکے عرض کرتا ہوں کہ ایسی لاجواب کتاب اسلامی حمائت میں کوئی آپکی نظر سے گذری ہے اس کے مولف نے دلائل قاطعہ کی تلوار مخالفین اسلام کے باطل عقائد پر ایسی صفائی سے چلائی ہے کہ کسی میں رگ حیات باقی نہیں چھوڑی وَاللّٰہ ثمَّ بِاللّٰہِ آج روئے زمین میں کوئی ایسا مائی کا پوت نظر نہیں آتا کہ مرد میدان بنکر یہ کہے کہ اسلام کے مقابل میں میرے پاس یہ حربہ جو لاکھوں میں کام دے موجود ہے۔ سارے ادیان کے تیز ہتھیاروں کو کس نے کند کرکے کونہ میں پھینک دیا حضرت مجدد صدی چہاردہم نے یا آپ اور آپ کے ہمخیال حضرات مولوی صاحبوں نے۔ یاد رکھو کہ حضرت مرزا جی کے پاس دو حربہ زبردست ہیں ایک قرآنی دلائل کا حربہ دوسرا آسمانی حربہ جسکی ہوا کے اثر سے کفار خود بخود کسیطرح جان بر نہیں ہو سکتے۔ منشی صاحب ذرا ٹھنڈے دل سے ایمان و قرآن کو ہاتھ میں لیکر مجھے سمجھائیے کہ اسلام و بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں مرزا صاحب کا وجود رحمت ہے یا فتنہ۔ شیعہ و سُنی کے صدہا سالہ خانہ جنگیوں کو کس نے ایک دم میں فیصلہ کرکے سنیوں کو ڈگری اور شیعوں کو ڈسمس کی خبر سنائی آج کوئی شیعہ ہے کہ مقابلہ کے لئے کھڑا ہو۔ آئے دن ایک نہ ایک مختلف فیہ مسئلوں کا تصفیہ کون کر رہا ہے وہی جسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پاک پیشگوئی میں حَکم عدل کا لقب دیا تہا اور فرمایا تہا کہ مسیح موعود نازل ہوکر تمام جھگڑوں کا فیصلہ قرآن سے کرے گا مرزا صاحب کے اعمال وعقائد وہ کون سے ہیں جس میں الوہیت ونبوت کی بو آپ محسوس کرتے ہیں ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۳۷ میں اور مجموعہ انجام آتہم کے صفحہ ۱۵ میں برابر اپنا عقیدہ ظاہر کیا ہے منشی صاحب کیا اس عقیدہ سے آپکو گریز ہے۔ آپ نے کبھی سنا ہے کہ مرزا صاحب کے یہاں نماز اور روزہ اور زکوٰۃ اور حج کے اداب وارکان علحدہ طرز پر ادا کئے جاتے ہیں۔ یا بحیثیت نبوت جدید طریق پر چلانا چاہتے ہیں۔ کہ باوجودیکہ آپ لوگوں کے عقیدہ کے رو سے سلسلہ نبوت ابھی تک ناتمام ہے اس لئے تو ایک الوالعزم نبی کو آسمان سے اُتار کر خاتم المرسلین کی کسر شان اور آئت قرآن وحدیث نبوی سے انحراف کرتے ہو بخلاف حضرت مرزا صاحب کے کہ وہ بڑے زور سے خاتم رسالت علیہ التحیۃ کی ختم نبوت کو ثابت کرتے ہیں اور کسی نئے و پُرانے رسول کو ایک دم بھر کے لئے آنیکو جائز نہیں رکھتے مگر پھر بھی آپ لوگ اپنے آپکو پاک اعتقاد اور مرزا صاحب کو بد اعتقاد اور مدعی نبوت سمجھتے ہو افسوس صد افسوس

دوبارہ نہیں آئیں گے بلکہ میں بجائے اُس مسیح موعود کے مثیل ہوکر آیا ہوں۔

اقول وباللہ التوفیق منشی صاحب! خدا کو حاضر ناظر جانکر یہ تو فرمائیے کہ الوہیت ونبوت کے مدعیوں کی باتوں میں سے کونسی بات آپ نے مرزا صاحب میں پائی ہے کیا مسیلمہ کذاب کیطرح نماز کو معاف کروادی اور شراب وزنا کو حلال ٹھہرایا اور قرآنی سورتوں کے مقابل میں کوئی سورۃ لکھہ کر قرآنی فصاحت وبلاغت کا انکار کیا آپ ہرگز اس احسان کے انکاری نہیں بن سکتے کہ پادری عماد الدین اور اس کے ہمخیال جیبتوں کے اس افواہ پر کہ یہ قرآن جسکو نہائت فصیح وبلیغ مانتے ہیں فی الواقع کوئی شے نہیں ہے نہ ایسی اس میں فصاحت ہو کہ مسلم ہو اور نہ ایسی بلاغت ہو کہ خواہ نخواہ مان لیا جائے آپ جانتے ہیں کہ کس نے اُس کے رد میں رسالہ فصیح وبلیغ نور الحق نامی عربی میں لکھا آپ نے یا مرزا صاحب نے اور اس کے ساتہہ یہ دعویٰ کیا کہ قرآن کی فصاحت وبلاغت تو حد اعجاز تک پہونچ چکی ہے اس کا تو کیا جواب لکھے گا بس اتنا تو کر کہ میرے اس رسالہ کے برابر نظم ونثر لکھہ کر پیش کر اور اگر اکیلے تجہہ سے نہو سکے تو اپنے ہم مشرب حمائیوں کو بھی شریک کرلے یاد رکھہ اگر تو نے ایسا کیا تو تیرے لئے پانچہزار روپے کا انعام ہے یہ اعجازی اسکات اسلام کیطرف سے حضرت مجدد مرزا صاحب نے کی یا آپنے اور یا آپ کے ہم مذہب مولویوں نے۔ جلسہ مذاہب لاہور میں جہاں سارے مذاہب کے مدعی اور بڑے بڑے نامی علماء اور فلاسفر اپنے اپنے مذہب کی حقانیت کا ثبوت دینے کے لئے حاضر ہوئے تھے۔ انصاف کو کام میں لاکر سچ سچ فرمائیے کہ وہاں اسلام کا بول بالا کس کے روحانی فیض سے ہوا۔ آپ سے یا مولوی محمد حسین یا مولوی ثناء اللہ یا قاضی سلیمان سے یا مسیح وقت مرزا غلام احمد صاحب سے اور اُس روز کس نے اسلام کی فتح کا نقارہ بجا کر روئے زمین کے کان کہولدئے اور کس نے سب کے مونہہ سے علی العموم یہ نکلوایا کہ آج اسلام کی فتح ہوئی دیگر مذاہب نے شکست فاش کہائی اور وہاں کس کی پاک زبان سے قرآنی حقائق ومعارف کا چشمہ جاری ہوکر ایک عالم کو سیراب کیا آپ اور آپکے ہمخیال مولوی یا ابو الحسن تبتی وغیرہم نے یا حضرت مجدد قادیانی نے۔ حق تو یہ ہے کہ اگر اس جلسہ میں حضرت مرزا صاحب کی تقریر نہ پڑہی جاتی تو محمد حسین بٹالوی وغیرہ مولویوں نے تو اسلام کی ناک ہی کٹوا دی تہی یہی ایک بات ہے کہ منصف باغیرت دلدادہ اسلام کو مجبور کرتی ہے کہ جس کے ہاتہہ سے ایسی ایسے اسلامی کارنمایاں واقع ہوں اُس پر بادی اپنی

درین رہ گر کشندم ور بسوزند
نتابم رو ز ایوان محمدؐ

بکار دیں نترسم از جہانے
کہ دارم رنگ ایمان محمدؐ

بسے سہلست از دنیا بریدن
بیاد حسن و احسان محمدؐ

فدا شد در رہش ہر ذرۂ من
کہ دیدم حسن پنہان محمدؐ

دگر استاد را نامے ندانم
کہ خواندم در دبستان محمدؐ

بہ دیگر دلبرے کاری ندارم
کہ ہستم کشتۂ آن محمدؐ

مرا آں گوشۂ چشمے بباید
نخواہم جز گلستان محمدؐ

دل زارم بہ پہلویم مجوئید
کہ بستیمش بدامان محمدؐ

من آں خوش مرغ از مرغان قدسم
کہ دارد جا بہ بستان محمدؐ

تو جان ما منور کردی از عشق
فدایت جانم اے جان محمدؐ

دریغا گر دہم صد جان دریں راہ
نباشد نیز شایان محمدؐ

چہ ہیبت ہا بدادند ایں جواں را
کہ ناید کس بمیدان محمدؐ

الا اے دشمن نادان و بیراہ
بترس از تیغ بران محمدؐ

رہ مولی کہ گم کردند مردم
بجو در آل و اعوان محمدؐ

الا اے منکر از شان محمدؐ
ہم از نور نمایان محمدؐ

کرامت گرچہ بے نام و نشان است
بیا بنگر ز غلمان محمدؐ

ناظرین انصاف سے فرمادیں کہ ان شعروں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کمال محبت پائی جاتی ہے یا انہیں خود سری کا دعوی ہے یا غلامی کا خادم بننے کا شوق ہے یا مخدوم بننے کا۔ ناظرین اب منشی کرم الہی صاحب سے استفسار فرمادیں کہ یہ لمبی چوڑی پانچ چھ صفحہ کی فہرست کذابین دجالین کی کس غرض سے لکھی گئی منشی صاحب تو بہت کچھ چاہتے اور ہاتھ پاؤں مارتے ہیں کہ جس طرح ہو سکے حضرت مجدد کو اس فہرست کے کسی گوشہ میں جگہ دیکر اپنے دل کو خوش کریں مگر انکی یہ کاروائی پبلک کے سامنے اس سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی کہ وہ اپنے ہاتھوں سے اپنی پردہ دری اور جہالت ثابت کرتے ہیں سے مہ فشاند نور و سگ عوعو کند ہر کسے بر طینت خود می تند

حضرت اقدس مرزا غلام احمدؐ صاحب ازالہ اوہام اور توضیح مرام میں فرماتے ہیں :-

زعشاق قرآن و پیغمبریم
بریں آمدیم و بریں بگذریم

من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب
ہاں ملہم ہستم و زخداوند منذرم

بعد از خدا بعشق محمدؐ مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

ہر تار و پود من بسراید بعشق او
از خود تہی و از غم آں دلستاں پرم

جانم فدا شود برہ دین مصطفےٰ
این ست کام دل اگر آید میسرم

شان احمد را کہ داند جز خداوند کریم
آنچناں از خود جدا شد کز میاں افتاد میم

زاں نمط شد محو دلبر کز کمال اتحاد
پیکر او شد سراسر صورت رب رحیم

بوئے محبوب حقیقی میدمد زاں روئے پاک
ذات حقانی صفاتش مظہر ذات قدیم

گرچہ منسوبم کند کس سوئے الحاد و ضلال
چوں دل احمد نمے بینم دگر عرشے عظیم

منت ایزد را کہ من بر رغم اہل روزگار
صد بلا را میخرم از ذوق آں عین النعیم

از عنایات خدا و ز فضل آں دادار پاک
دشمن فرعونیانم بہر عشق آں کلیم

آں مقام و رتبت خاصش کہ بر من شد عیاں
گفتمے گر دیدمے طبعے دریں راہے سلیم

در رہ عشق محمدؐ ایں سر و جانم رود
ایں تمنا ایں دعا ایں در دلم عزم صمیم

عجب نوریست در جان محمدؐ
عجب لعلے ست در کان محمدؐ

ز ظلمتہا دلے آنگہ شود صاف
کہ گردد از محبان محمدؐ

عجب دارم دل آں ناکساں را
کہ رو تابند از خوان محمدؐ

ندانم ہیچ نفسے در دو عالم
کہ دارد شوکت و شان محمدؐ

خدا زاں سینہ بیزار ست صد بار
کہ ہست از کینہ داران محمدؐ

خدا خود سوزد آں کرم دنی را
کہ باشد از عدوان محمدؐ

اگر خواہی نجات از مستی نفس
بیا در ذیل مستان محمدؐ

اگر خواہی کہ حق گوید ثنایت
بشو از دل ثناخوان محمدؐ

اگر خواہی دلیلے عاشقش باش
محمدؐ ہست برہان محمدؐ

سرے دارم فدائے خاک احمد
دلم ہر وقت قربان محمدؐ

بگیسوئے رسول اللہ کہ ہستم
نثار روئے تابان محمدؐ

مثیل مسیح نے کیا مسیحائی کی۔ میرے دوست اس مدعی مثلیت کی تئیس سالہ کاروائی پر غور کرو خود بخود یہ عقدہ حل ہو جائے گا اور نور قلب اندر سے گواہی دے گا کہ فی الحقیقت مدعی اپنے دعوے میں سچا ہے۔ **قال**۔ اب سنو کہ حضرت عیسیٰ مسیح ابن مریم علیہما السلام کا جیتے جی بحکم الٰہی آسمان پر مرفوع ہونا۔ الخ۔ **اقول**۔ اسی جسم عنصری کے ساتھہ آسمان پر مرفوع ہونے کے ثبوت کے لئے اگر آپ زمین و آسمان کے قلابے بھی ملا دیں تو ہرگز آپ کو کامیابی نصیب نہ ہوگی ابھی حضرت موت کے بعد جو رفع ہوتا ہے وہ رفع جسم نہیں بلکہ قطعاً رفع روح ہے **الیہ** کی ضمیر کدھر لوٹتی ہے اللہ کی طرف یا آپکے خیالی بطنی سماء کیطرف آپ اتنا نہیں سمجھتے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوسرے آسمان پر اپنے خالہ زاد بھائی حضرت یحیٰ کے پاس تشریف فرما ہیں جس پر حدیث معراج دلالت کرتی ہے تو کیا معاذ اللہ خدا تعالیٰ دوسرے آسمان پر بیٹھا ہے مزید اطمینان کے واسطے اس رفع کی بحث ضمیمہ رسالہ میں دیکھو پھر آپنے تفسیر ابن کثیر سے بروایت حسن **متوفیک** کا معنے وفات المنام لکھا۔ حضرت من آیت **یا عیسیٰ انی متوفیک** میں وعدہ اور آیت **فلما توفیتنی** میں اسکا ایفا ہے۔ وعدہ و وفا کی آیتوں کو ملا کر ترجمہ کیجئے اور پھر لطف اٹھائیے۔ اس کی بحث بابسط پہلے گذری ہے ملاحظہ ہو۔ اور حسن کی مرسل کا جواب متعدد طرق سے ابھی ابھی دیا گیا ہے جو قابل دید ہے۔ **قال**۔ اور جو آیت اُن کے نزول پر دلالت کرتی ہے وہ یہ ہے **وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا**۔

اقول۔ نزول صعود کی فرع ہے اور آپ کے صعود الی السماء کے دلائل اس قابل ہیں کہ پکار پکار کر پڑھا جائے سبحان اللہ ماشاء اللہ پس ہم اس دلیل نزول پر فاتحہ خیر پڑھ دیتے ہیں ابتدائے رسالہ میں طوالت کے ساتھہ اس میں بحث کی گئی ہے غور سے مطالعہ فرمائیے اور پھر شوق ہے رد لکھیئے۔ **قال**۔ اور پارہ ثلث سورہ آل عمران میں فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے **وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا**۔ یعنی باتیں کرے گا گود میں اور جب ادھیڑ ہوگا۔

اقول۔ کہل لغت عرب میں بمعنے جوان مضبوط کے آیا ہے دیکھو مجمع البحار اور جو اسمع اللغتہ ہے کہل کی تفسیر حلیم لکھی ہے اور قاموس و کشاف وغیرہ اور جو حلم کے زمانہ تک پہونچے وہ جوان

منشی جی نے اپنے فہم رسا سے جس بات کو نہایت مذموم سمجھا ہے ۔ وہ صرف انکا بغل پروردہ ایک عقیدہ ہے جسکو لمبے چوڑے الفاظ سے ذکر کر کے حضرت مجدد کو قرآن وحدیث و اجماع امت کا مخالف ٹھہرا کر ان کے نام کو کذابین ودجالین کی فہرست میں زبردستی سے درج کرنا چاہا ہے ۔ مگر حضرت من سن رکھئے اس مسئلہ میں آپ کو سخت دہوکا لگا ہے اور ہمارا جہاں تک خیال ہے اس کے رو سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ جرأت آپکی نہیں ہی آپ معذور ہیں گو اس وقت آپ ہی ہمارے مخاطب ہیں یہ ساری کارستانیاں ہمارے حریف کہنہ ناصر مختفی کا ہے جو اکثر بہیس بدلا کرتے ہیں ؎ بہر رنگی کہ خواہی جامہ می پوش ٭ من انداز قدت را می شناسم محبت من حیات و وفات مسیح ابن مریم ایک فروعی مسئلہ ہے ارکان اسلام اس پر موقوف نہیں احادیث کے ہزاروں پیشگوئیوں میں سے ایک یہ ہی ہے غالباً ۔ اور آپ بہی اس سے بیخبر نہیں ہیں کہ پیشگوئیاں امور غیبیہ پر مشتمل ہوا کرتی ہیں کبھی انکا وقوع ظاہر الفاظ پر ہوتا ہے اور کبھی بطور استعارہ انکا وقوع دوسرے پہلو پر ہو جایا کرتا ہے سلف صالحین ان کے ظاہر الفاظ پر ایمان لاکر اس کے وقوع کو علم الہی پر سونپتے رہے ہیں پس پیشگوئیوں کو اجماع سے کیا تعلق اور کیا مناسبت اجماع تو امر معروف ونہی منکر میں چل سکتا ہے کہ ہمیں یہ بتلائیے کہ غیب کا علم کن کن صاحبوں کو دیا گیا ہے کہ وہ ایک راز سربستہ میں اپنا اتفاق ظاہر کر سکنے کے مجاز ہیں امام مالک حضرت ابن عباس ربیع و وہب و اسحق و امام بخاری وغیرہم وفات مسیح کے قائل ہیں اور کیوں نہوں کہ قرآن مجید میں عیسیٰ علیہ السلام کی موت کا ذکر بالصراحت موجود ہے صحیح بخاری وطبرانی وغیرہ میں اسکی طرف صاف اشارہ ہے اسکی تفصیلی بحث پہلے گذر چکی ہے ۔ دیکھہ لیجئے قرآن وحدیث موتے کے دوبارہ دنیا میں آنے سے روکتے ہیں اور رات دن کا مشاہدہ بہی اسکی شہادت دیتا ہے پس لامحالہ ماننا پڑا کہ جس مسیح کے نزول کی بشارت صحیح حدیثوں میں دی گئی ہے وہ اسی امت محمدی میں سے ہوگا جس کا لقب ابن مریم یا مسیح وعیسیٰ ہے اور وہی مثیل مسیح موعود ہے ہم اس بحث کے مالہا اور ماعلیہا سے اسی کتاب میں فارغ ہو چکے ہیں اعادہ کی حاجت نہیں ہاں اب ایک امر تنقیح طلب یہ ہے کہ اس دجالی اور پرفتن زمانہ میں جس میں اسلام پر چو طرف سے حملے ہو رہے ہیں اور دین اسلام کی حالت اس شعر کے مصداق بن گئی ہے ؎

ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواج یزید ٭ دین حق بیمار و بیکس ہمچو زین العابدین ٭

مضبوط ہی ہوتا ہے اس زمانہ میں اعضا کی نرمی شدت و صلابت سے بدل جاتی ہے یعنی عیسٰے مہد میں ہی نبوت کا دعویٰ کرے گا اور جب بھری جوانی میں پہونچے گا۔اس وقت بھی مدعی نبوت ہوگا۔اور یہ بھی معنی صحیح کیونکہ اگر کہل کا معنیٰ ادھیڑ کے کریں تو یہ قیامت لازم آتی ہے کہ حضرت عیسیٰ نے طفلی اور ادھیڑ میں تو نبوت کے باب میں باتیں کیں اور درمیانی عمر میں اس سے سکوت کیا ھٰذا بعید عن شان الانبیاء جدًا قال اللہ تعالےٰ نے دوسری جگہ قرآن مجید میں فرمایا ہے وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا یعنی عیسٰے علیہ السلام قیامت کے آنے کی نشانی ہے تو قیامت کے آنے میں کچھ شک نہ کرو۔

اقول۔ہم کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کی پیدایش وجود قیامت پر دلیل ہے اس سے نزول من السماء کہاں ثابت ہوتا ہے۔اس بات کو نزول مسیح سے کیا تعلق۔اصل حقیقت یہ ہے کہ حضرت مسیح کے زمانہ میں ایک گروہ صدوقی نام تھا جو قیامت کا منکر تھا پہلی کتابوں میں بطور پیشگوئی لکھا گیا تھا کہ اُنکو سمجھانے کے لئے مسیح کی ولادت بغیر باپ کے ہوگی اور یہ اُس کے لئے ایک نشان قرار دیا گیا تھا۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ ایک دوسری آیت میں فرماتا ہے وَنَجْعَلَهٗ اٰيَةً لِّلنَّاسِ اس کلمہ ناس سے وہی صدوقی فرقہ ہے جو اس زمانہ میں بکثرت تھا اور اگر خواہ نخواہ تحکم کے طور پر اس جگہ نزول مسیح مراد لیا جائے اور وہی نزول اُن لوگوں کے لئے جو آنحضرت صلعم کے عہد میں تھے نشان قیامت ٹھہرایا جائے تو یہ استدلال وجود قیامت تک ہنسی کے لایق ہوگا اور جنکو یہ خطاب کیا گیا کہ مسیح آخری زمانہ میں نزول کرکے قیامت کا نشان ٹھہرے گا وہ یہ عذر پیش کر سکتے ہیں کہ دلیل تو ابھی موجود نہیں پھر یہ کہنا کسقدر عبث ہے کہ قیامت کے وجود پر ایمان لے آؤ شک مت کرو ہم نے دلیل قیامت کے آنے کی بیان کردی۔اور ایک جماعت کثیر نے اِنَّهٗ کی ضمیر کو قرآن کریم کیطرف لوٹائی ہے۔اور اس کے ماقبل کی آیتوں میں بھی جو ضمائر ہیں انکا مرجع قرآن ہی ہے اور اس میں شک نہیں کہ قرآن مجید نشان قیامت ہے۔جس نے برسوں کے بگڑے اور پشتوں کے سڑے گلے مردے قبروں سے نکالے۔ قرآن نے نئے سرے سے حشر اجساد کر کے دکھلا دیا اور یک لخت ضلالت کو ہدایت سے بدل دیا گویا سرزمین عرب کی کایا پلٹ دی۔قال۔جسطرح آیات مذکورہ بالا آپکا نزول

مِنَ السَّمَاءِ کا ثبوت آیات قرآنی و احادیث نبوی سے دیا یہ آپ ہی کا حصہ تھا - ع
ایں کار از تو آمد و مرداں چنیں کنند - قرآن کریم سے نہ حیات مسیح کا نشان دیا اور نہ نزول
مِنَ السَّمَاءِ کا پتہ بتلایا - اور جو آیات پیش کی گئیں [illegible] سب ذوالوجوہ جو حکم متشابہ کا رکھتی
[illegible] باطل ہے - البتہ لفظ نزول
احادیث صحاح سے [illegible] اَلسَّمَاء [illegible] پاکر عوام کو دھوکا دیا ہے کرم الٰہی
صاف [illegible] تو اچھا ہے -
مسیح تو یہ [illegible] کرم فرما کر اسی رسالہ میں بحث نزول کو
ملاحظہ فرمائیے - قال - ابن مریم صلیب کو توڑیں گے خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ موقوف
کریں گے یعنی اسلام کے سوا کوئی دوسری چیز قبول نہیں کریں گے یہ نہ ہوگا کوئی جزیہ دیکر اپنے مذہب
[illegible] رہ سکے یہودی ہو یا نصرانی بلکہ ہر آدمی مسلمان ہو جاوے گا یا مارا جائے گا -
اقول - ابن مریم سے معنی حقیقی لیا اچھا کیا مہربانی فرما کر صلیب و قتل خنزیر میں بھی
حقیقی معنے لیجئے کیا ایک جلیل الشان نبی کا نزول مِنَ السَّمَاءِ کے بعد یہی فرض منصب ہونا
چاہیئے کہ صلیب کو ٹکڑے ٹکڑے کرتا پھرے اور ان سے فرصت ملی تو شکار جو کار بیکاران
ہے کھیلتا پھرے اور شکار بھی کس کا سور کا - اور کیا دس پانچ ہزار صلیبیں کے توڑ ڈالنے
اور دس پانچ ہزار سور کے مار ڈالنے سے ہدایت خلق اللہ ہو سکتی ہے ہرگز نہیں ہاں
اس طرز عمل سے اتنا تو ضرور بندوں کو فائدہ پہونچے گا کہ صلیب کے قطع بریدا اور سور کے
قتل میں اسوقت انہیں اچھی مشق حاصل ہو جاوے گی - ہاں صاحب جب حضرت مسیح جزیہ
موقوف کر دیں گے تو آیت جزیہ کا حکم کیا ہوگا منسوخ ہوگا یا نہیں اس عقیدہ کی قربان
اس سمجھ اور فہم کے - رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے پاک عہد میں جزیہ کے حکم کو
جاری رکھا مگر مسیح اس حکم کو منسوخ کر کے اپنا سکہ حکومت جاری کر دیں گے اور کیوں
نکریں کہ باعتقاد شما مسیح خاتم الانبیا جو ہوئے اختصار کے ساتھ اسکی بحث پہلے بھی
گذری ہے - ملاحظہ ہو - آپ کا آخری فقرہ مخالفین اسلام کے اس قول بے جا کی کہ اسلام
دنیا میں تلوار کے ذریعہ پھیلا - بڑی تائید کرتا ہے - درحقیقت آپ نادان دوست ہیں
دوستی کے پردہ میں اسلام کی خوبصورت چہرہ پر بدنما داغ لگا رہے ہیں اور اس کی
جگ ہنسائی کروا رہے ہیں - قال - اور حدیث امامکم منکم کی معنوی تحریف کر کے

ہاتھوں پر ہوگی باتفاق شارحین حدیث یہ پیشگوئی پوری ہوچکی امت سے مراد اہل بیت
اور صحابہ اور غلمان قریش سے یزید اور اس کے اعوان ہیں اگر امت اور غلمان قریش سے
معنی متعارف اور حقیقی لیتے ہو تو اب تک پیشگوئی پوری نہیں ہوئی دیکھو بخاری شریف۔
(حدیث دوم) بخاری و مسلم نے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امہات
المومنین نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ ہم میں سے پہلے کون آپ سے
ملے گی یعنے آپ کی رحلت کے بعد کون پہلے ہم میں سے مرے گی ارشاد ہوا کہ اطولکن یداً یعنے تم میں سے جس کا ہاتھ لمبا ہوگا۔ پھر بی بیاں ایک لکڑی لیکر لگیں
ہاتھ ناپنے اور جس کا ہاتھ سب سے لمبا نکلا وہ حضرت بی بی سودہ تھیں۔ مگر آنحضرت
کے بعد جس بی بی کا انتقال ہوا وہ بی بی زینب ہیں اسوقت تمام صحابہ اور اہل بیت پر
ظاہر ہوا کہ درازی دست سے مراد داد ودہش وصدقہ تہی جو حضرت زینب میں بہت
پائی جاتی تہی سو یہاں غور کرو کہ قبل وقوع اسکا علم کسی کو نہ تہا حتیٰ کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو بہی اطلاع نہ تھی ورنہ غلطی پر متنبہ کرنا آپ کا فرض منصب تہا۔
حضرت آپنے دیکہا کہ ظاہر الفاظ کسطرح اپنے معنے حقیقی سے منحرف ہوکر معنے مجازی
اور استعارہ کی طرف منعطف ہوئے ہیں کہاں اطول یداً اور کہاں صدقہ۔
(حدیث سوم) حضرت خاتم رسالت علیہ التحیہ نے حضرت عثمان سے فرمایا تہا اے
عثمان اللہ تعالیٰ تجہے ایک کرتہ پہنائیگا منافقین ہرچند چاہیں مگر تم ہرگز اس کرتے کو
نہ اُتارنا۔ یہاں تک کہ مجہہ سے ملاقات کرو یقیناً اس کرتے سے مراد خلافت تہی جو پوری
ہوئی کہاں کرتہ اور کہاں خلافت راشدہ۔
(حدیث چہارم) رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا میں دیکہتا ہوں
کہ میرے اہل بیت کے خون میں ایک کبرا کتا مونہہ ڈال رہا ہے۔ باتفاق محدثین
وہ کبرا کتا شمر ہے۔ کہاں حیوان لایعقل اور کہاں انسان یعقل۔
(حدیث پنجم) مخبر صادق نے فرمایا کہ ایک مینڈہا مکہ و حرم کعبہ میں ذبح ہوگا جس سے
حرم کی بےحرمتی ہوگی۔ آپ جانتے ہیں کہ کس کے ذبح ہونے سے یہ پیشگوئی پوری
ہوئی کیا سچ مچ مینڈہا ہی یہاں مراد ہے۔ نہیں نہیں۔ عبداللہ بن زبیر کی تہیا نہ
بین الحرم سے یہ سچی خبر پوری ہوئی۔ پس احتمال ہے کہ دمشق سے ایسی بستی مراد ہو جو

مسیح موعود ابن مریم کے جا بجا مدعی مثیل کے آنے کی ضرورت بتلائی ہے۔

اقول - استغفر اللہ یہ کیسی ابلہ فریبی ہے کہ آپ ہی الفاظ کو اپنے محل و معنے حقیقی سے پھیر کر اپنا فرضی مدعا ثابت کریں اور اِمامکم منکم سے مہدی مراد لیں اور اُلٹے تحریف معنوی کا الزام ہم پر لگائیں حدیث متفق علیہ یہ ہے کیف انتم اذا نزل عیسی ابن مریم فیکم و امامکم منکم مولوی صاحب یہ جملہ ترکیب میں کیا واقع ہو سکتا ہے یہی نہیں کہ ابن مریم سے حال واقع ہوگا یا مفسر بہر صورت یہ جملہ ابن مریم سے متعلق ہے کوئی مستقل جملہ نہیں ہے اور صحیح مسلم کی دوسری روایت فامکم منکم ہمارے دعوے کی بڑی تقویت بخش ہے۔ جس میں انکار کو کچھ گنجائش نہیں اس لئے کہ امکم کا مرجع سوائے ابن مریم کے اور کوئی ہو نہیں سکتا اور اگر تحکم کے طور پر اس جملہ کو ابن مریم پر عطف کر کے معطوف علیہ اور معطوف میں مغائرت جسمی ثابت کریں تو لامحالہ لفظ منکم کے اہمال کے ساتھ اپنے فرضی امام (مہدی) کو ابن مریم کی مانند آسمان سے اُتارنا پڑے گا اس لئے کہ ترکیب میں معطوف علیہ (ابن مریم) نزل کا فاعل واقع ہوا ہے وھذا ای نزول المھدی من السماء خلاف مذھبکم ایضاً اس تحقیق کے بعد ہم منشی صاحب کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ حضرت ایمان سے فرمائیے کہ تحریف معنوی کس کی طرف سے ہوئی اور کس نے اصول مقررہ نحویہ کے خلاف کیا ہم نے یا آپنے اس حدیث متفق علیہ کا صاف اور کھلا فیصلہ ہے کہ ابن مریم امت محمدی میں سے ہے کوئی غیر نہیں ہے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ ابن مریم کی تفسیر میں فرمانا اس بات کی صریح دلیل ہے کہ یہاں معنے حقیقی ہرگز مراد نہیں ہے فتفکر۔

قال - اسی غلبہ دجالی کے وقت میں حضرت مسیح ابن مریم علیہما السلام منارہ سفید مشرقی دمشق پر بلباس زرد رنگ (رنگین بورس) دو فرشتوں کے کاندھوں پر دونوں ہاتھ رکھے ہوئے اُتریں گے ملخصاً۔

اقول (جواب اول) اس بات کا یقین آپ کو کہاں سے ہوا کہ دمشق سے مراد حقیقتاً شہر دمشق ہی ہے اس لئے کہ پیشگوئیوں کا وقوع کبھی ظاہر الفاظ پر ہوتا ہے اور کبھی بطور استعارہ دوسرے طور پر واقع ہو جایا کرتا ہے یہاں نمونہ کے طور پر چند صحیح حدیثیں عرض کرتا ہوں آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میری امت کی ہلاکت قریشی غلاموں کے

پہلا اعتراض - بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ عیسیٰ ابن مریم لشکر دجال پر حملہ آور ہوں گے پس ایسے سانس والے کو لشکر دجال سے قتال و جہاد کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی دور ہی سے ایک نظر لشکر پر ڈالنا سیف و سنان کا کام دے گا و بس

دوسرا اعتراض - صحیح حدیثوں میں آیا ہے کہ حضرت مسیح قتل دجال کی مہم میں مشغول رہیں گے کہ یکایک انپر وحی نازل ہوگی اے عیسیٰ بہت جلد اپنی قوم کو لیکر قلعہ بند ہو جاؤ اسلئے کہ میں نے ایک قوم ایسی پیدا کی ہے کہ جن سے کسی کو جدال و قتال کی مجال نہیں - بھلا ایسی سانس کا فرکش والے کو محصور ہونے کی کیا حاجت ہوگی اسکی ایک نظر جسکی سانس ہوا قاتل کفار لگی ہوئی ہے آگ کی طرح مخالفین کو بھسم کر جائے گی اور اگر بالائے حصار چڑھکر ہی نگاہ کے ساتھ ایک سانس لگائے تو سب کے سب مرکر دم بھر میں فنا ہو جائیں گے - بلکہ یہاں سانس سے مراد یا تو دعا ہے جس کے اثر سے مخالفین اسلام کو موت پر موت آرہی ہے یا اس سے نطق و گویائی مراد ہے کہ مثیل مسیح و عیسیٰ وقت کی پُرزور تقریر و دلائل قاطعہ سے سارے ادیان ہلاک و پامال کر دیئے گئے حق کا رعب ایسا چھایا کہ تمام مخالفین اسلام قالب بے جان کیطرح بے حس و حرکت رہ گئے گویا مردہ ہیں انہیں جان نہیں -

قال - اب یہ حیرت ہی کہ امام مہدی موعود ابھی کوئی نہیں آئے دجال کوئی نہیں آیا - اور قادیانی مثیل جس کی کتاب اللہ اور سنت میں نہ کوئی اشارت ہی نہ بشارت یہ کہاں سی آنکلے -

اقول - آپکی اس حیرت پہ مجھے حیرت ہے دجال اکبر کا خروج بڑے زوروں سے ہو چکا حرمین شریفین کے سوائے کوئی ملک ایسا نہیں کہ یہ وہاں جاکر فتنہ دجالی نہ پھیلا یا ہو - مہدی موعود کے بارہ میں مخبر صادق علیہ السلام نے جو پیشگوئیاں کی تھیں مدعی مہدی کی تصدیق میں یکے بعد دیگر پوری ہوتی جاتی ہیں مسیحیت کا ثبوت قرآن سے لینا ہے تو شہادت القرآن کو انصاف سی پڑھو اور سنت نبوی سے اس کا اثبات منظور ہو تو صحاح ستہ خصوصاً صحیحین کو لیکر بیٹھو اور اس مجدد و مسیح وقت کے تیئس سالہ کارروائی کو اس سے تطبیق و مقابلہ کرنے جاؤ تو انشاء اللہ تعالیٰ رفتہ رفتہ یہ حیرت زائل ہو جائیگی آپ کا یہ خیال کہ مہدی اور ہے اور مسیح اور بالکل ایک سطحی خیال ہے ابن ماجہ اور حاکم کی اس حدیث کو پڑھو **لا المھدی الا عیسیٰ** یعنی عیسیٰ کے

خاص اسکے ہمرنگ رہے ہے۔
(جواب دوم) حدیث مسلم میں عِنْدَ کا لفظ آیا ہے جس کا ترجمہ آپنے غلطی سے علی کا منعی لیا ہے۔ الفاظ حدیث یہ ہیں فینزل المنارۃ البیضاء شرقی دمشق جس کالفظی یہ ترجمہ ہوگا دمشق کے مشرقی جانب میں سفید نور محل کے پاس اُترے گا۔ نقشہ جغرافیہ لیکر دیکھو کہ ہندوستان جسمیں قادیان داخل ہے دمشق کی مشرقی جانب پر واقع ہوتا ہے یا نہیں۔
(جواب سوم) ابن ماجہ کی روایت مسیح کو بیتِ مقدس پر اُتارتی ہے۔ اور حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ نزولِ مسیح اردن میں ہوگا اور بعض روایتہ کا یہ منشاء ہے کہ وہ معسکر مسلمین میں اُتریں گے۔ پس تعین مقام میں تردد ہی تردد ہے۔
(جواب چہارم) نزول کا لفظ اس امر کا مقتضی ہے کہ ان مقاموں میں مسیح کا آنا مسافرانہ طور پر ہوگا اور یہ ممکن ہے کہ حضرت مرزا صاحب یا ان کے بعد کوئی انکا جانشین کسی وقت وہاں جا اترے۔ کیونکہ نایب کی جملہ کارگذاری منیب کیطرف منسوب ہوا کرتی ہے۔ وھذا مشھورٌ وشائعٌ اصحاب علیہ۔ دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھنا بھی ظاہر معنے پر محمول نہیں ہے۔ اس لئے کہ فرشتے قیامت کے دن کے سوا اور دنوں میں کھلم کھلا انسان کو نظر نہیں آتے تو مسیح کے ہمراہی ملائکہ ہر بشر کو کیونکر دکھائی دے سکتے ہیں۔ اور جب افضل وخاتم رسل کے بابرکت عہد میں کسی نے فرشتونکو انکی اصلی صورت پر نہ دیکھا تو بھلا مسیح کے زمانہ میں ہمیں اسکی کیا۔ امید ہے۔ بلکہ دو فرشتوں سے دو مرد مراد ہیں جو ملکی سیرت ہیں اور یہی صحیح ہے کیونکہ بخاری شریف کی روایت میں مَلَکَیْنِ کی جگہ رَجُلَیْنِ بھی وارد ہے اور وہ دو مرد واللہ اعلم بگمان عاجز حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحب بھیروی اور مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی ہیں جنکے کندھوں پر مسیح موعود نے اپنا ہاتھ رکھکر نزول فرمایا ہے۔ یعنی دینی امور میں یہ دو صاحب حضرت اقدس مرزا صاحب کے معین و مددگار ہیں۔
قال۔ جو کافر انکے سانس کی بو پائیگا مرجاوے گا اور سانس انکا حد نظر تک پہونچے گا۔
اقول۔ یہ حدیث بھی ہرگز اپنے ظاہر معنے پر محمول نہیں ہے کیا معاذ اللہ۔ حضرت مسیح ناصری کی سانس زہریلی ہے کہ دور دور تک متعدی ہو کر عالم میں ایک کہرام مچائی گئی اور اگر بخاطر منشی جی تھوڑی دیر کے لئے ظاہر معنے پر حمل کریں تو دو بھاری اعتراض ایسے پیدا ہوتے ہیں جنکا اٹھنا غیر ممکن ہے۔

گو محدثوں کے نزدیک وہ ضعیف ہی کیوں نہوں۔ اس لئے کہ ایک عالم کے روبرو آفتاب نصف النہار کے جیسا انکا ظہور ایک باانصاف مرد بلکہ ایک متعصب مرد کو بھی انکے سچا ماننے پر مجبور کرتا ہے۔ اور اس بات کا اقرار کرنا لازم ہوجاتا ہے کہ جن لوگوں نے راویوں پر جرح کیا ہے فی الحقیقت اس میں غیر مصیب ہیں یقیناً دھوکا کھایا ہے اور اس میں ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ انسان کیسا ہی دروغ گو ہو مگر فطرت الٰہی اکثر امور دینی و دنیوی میں اسکو راستی کیطرف جھکا دیتی ہے۔ اور سچ سچ بولنے لگتا ہے۔ پس ایک مجروح غیر عادل کی پیشگوئی کی حدیث جب علیٰ اعین الناس روز روشن کیطرح پوری ہوجائے تو دیکھنے والوں کو شہادت دینی پڑے گی کہ راوی نے اس حدیث کے بیان میں راستی کو کام فرمایا ہے۔ ہماری اس تقریر کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ مہدی کی احادیث جبتک وقوع میں نہ آویں اور کسی مدعی کی صداقت پر مخبر صادق کی پیشگوئی شہادت ندیں ہم کو محدثین کے ساتھ پورا اتفاق اور اُن سے کامل حسن ظن ہے۔ حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب کی مہدویت اور مسیحیت کے دعوے پر جس قدر نشان ظاہر ہوئے اور مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک پیشگوئیاں جسقدر انکی تائید میں واقع ہوئیں انکا استیعاب اس مختصر رسالہ میں کسی طرح ممکن ہی نہیں مگر ہم مالا یدرک کلہ لایترک کلہ صرف ایک حدیث کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں۔ وھو ھذا انّ لمھدینا آیتین لم تکونا منذ خلق السمٰوات والارض ینکسف القمر لاوّل لیلۃ من رمضان وتنکسف الشمس فی النصف منہ رواہ الدارقطنی والبیہقی۔ یعنی ہمارے مہدی کی تائید و تصدیق کے لئے دو نشان مقرر ہیں اور جب سے زمین و آسمان پیدا کئے گئے وہ دو نشان کسی مدعی کے وقت ظہور میں نہیں آئے اور وہ یہ ہیں کہ مہدی کے ادعا کے وقت میں چاند اس پہلی رات میں گرہن ہوگا جو اس کے خسوف کی تین راتوں میں سے پہلی رات ہے یعنی تیرھویں رات اور سورج اس کے گرہن کے دنوں میں سے اس دن گرہن ہوگا جو درمیان کا دن ہے یعنی اٹھائیس تاریخ کو۔ یہ ایک ایسی شاندار اور مقیّد بشروط مختلفہ متعددہ پیشگوئی ہے کہ کسی مفتری حیلہ ساز کا ہاتھ اسپر پہونچ نہیں سکتا۔ یہ آسمانی نشانی دست برد از جہاں کیوں سے بالکل منزّہ ہی بہت سی مدعی مہدی موعود گذرے مگر چونکہ راستی اُنکے ساتھ نہ تھی اس لئے مخبر صادق

سو اکوئی دوسرا مہدی نہیں جو مسیح اپنے زمانہ کا ہے وہی مہدی ہے یہ عالی شان خطاب (مسیحیت) مہدویت کا جامع اور اسکا حاوی ہے حضرت نعمت اللہ ولی اپنی پیشگوئی میں فرماتے ہیں۔ مہدیٔ وقت وعیسیٰ دوراں + ہر دو را شہسوار می بینم + الف وحا میم و دال میخوانم + نام آں نامدار می بینم + یعنی جسکا نام احمد ہوگا وہی مہدی وہی عیسیٰ ہے۔

بھلا بتلاؤ کہ آج تک مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے سوا ان جلالین کمالین (مسیحیت و مہدویت) کا کسی نے بھی کبھی دعوی کیا ہے۔ دعوی کیسا کہ زمین و آسمان انکی سچائی پر شہادت دیتے رہے ہیں اور قرآن و حدیث بلند آواز سے کہہ رہے ہیں کہ ہم اس کے ساتھ ہیں۔

اب ہم حقیقت مہدی میں کچھ اختصار کے ساتھ عرض کیا چاہتے ہیں۔ جاننا چاہیئے کہ محدثین کا اتفاق ہے کہ مہدی کے باب میں جسقدر احادیث وارد ہیں ایک بھی ایسی نہیں ہے کہ رتبہ صحت کو پہونچکر اعتقاد جاننے کے قابل ہو سکے کوئی موضوع ہے اور کوئی ضعیف ابن خلدون نے اسپر محدثانہ و محققانہ بحث کی ہے اور یہی وجہ ہے کہ صحیحین (بخاری و مسلم) میں اسکا کہیں پتہ نہیں لگتا۔ محدثوں میں جو حضرات امام المحدثین کے لقب سے پکارے جائیں انکی اتنی بڑی بڑی کتابوں کا اس واقعہ سے خالی ہونا اس بات کی صریح دلیل ہے کہ دو بزرگواروں نے مہدی کی احادیث کو پایہ اعتبار سے ساقط سمجھا اور دوسری وجہ انکے عدم اعتبار کی یہ بھی ہو سکتی ہے کہ انمیں باہمی تعارضات کے علاوہ آیات قرآنی و احادیث صحیح سے مخالفت بکثرت موجود ہے ہمارے ماہرین کس بیان حق سے ہرگز انکار ہو نہیں سکتا کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے جو ایک فہرست سرکار انگریزی میں خفیہ طور پر پیش کی ہے اس کا بھی یہی منشا ہے کہ وہ مہدی کی حدیثوں کو بے اصل و موضوع جانتے ہیں اور خونی مہدی کے آنے کے قایل نہیں۔ البتہ یہاں ایک امر قابل غور یہ ہے کہ محدثین کا کسی حدیث کو صحیح کسی کو ضعیف کسی کو موضوع کہنا صرف راویوں کی جانچ پر موقوف ہے اگر راوی حدیث راستباز نکلا تو اس حدیث کا نام صحیح رکھا اور اگر راوی میں کچھ ضعف پایا تو حدیث کا نام ضعیف رکھا۔ اور اگر کاذب وضاع حدیث معلوم ہوا تو اس حدیث کا نام موضوع رکھ دیا۔ مگر ان سب کے ساتھ یہ احتمال بھی عقلی طور پر ساتھ ساتھ ہے کہ جسکو علما نے صحیح سمجھا ہے درحقیقت وہ موضوع ہو۔ اور جس کو ضعیف و موضوع ٹھہرایا ہے وہ واقعی میں صحیح نکلی اور پیشگوئیوں کی حدیثوں میں ایک عمدہ بات یہ ہے کہ کسی وقت میں انکا پورا ہو جانا انکی صحت کا ایک بھاری معیار ہوا کرتا ہے۔

فاطمہ سے ہوگا اور حسن کی اولاد میں سے ہوگا وغیرہ وغیرہ احادیث جو بظاہر اس حدیث کے معارض معلوم ہوتی ہیں۔ بشرط صحت ہرگز ہرگز اپنے ظاہری معنے پر محمول نہیں ہیں اس لئے کہ اگر علم الٰہی میں یہ حدیثیں اپنے ظاہری معنے پر محمول ہوتیں اور مہدی پیغمبر اور انکے باپ کے ہمنام اور بنی فاطمہ سے ہوتا بالفاظ ظاہر یقین ہوتا تو علام الغیوب ایسی آسمانی نشانی جو انسانی چالاکیوں سے بکلی پاک ہے۔ حاشا وکلا غیر شخص کی تائید و صداقت میں ظاہر نہیں فرماتا کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس پیشگوئی کے ظہور کے وقت (معاذ اللہ استغفر اللہ) اللہ تعالیٰ عزاسمہٗ وجلت کلمتہٗ کی ذات میں ذہول و فراموشی طاری ہوگئی تھی کہ بے سمجھے بوجھے ایک مفتری کذاب کو اسکا وارث بنا دیا۔ **فتعالی اللہ عن ذالک علوا کبیراً**۔ اور جن کور باطن حق کے دشمن مولویوں نے اس حدیث میں اپنی بدفہمی سے کلام کیا اس کا جواب حضرت اقدس نے نور الحق کے حصہ دوم اور مولانا مولوی سید محمد احسن صاحب امروہی نے القول المعروف اور رسوا السبیل میں ایسا مدلل اور کافی و شافی دیا ہے کہ پھر کسی کو چون و چرا کی مجال نہیں جسے منظور ہو دیکھ لے۔

قال۔ قصہ مسیح الدجال کا بہت حدیثوں میں وارد ہے چنانچہ صحیحین میں آیا ہے کہ داہنی آنکھ کانی ہوگی اور بعض روایت میں بائیں اور دونوں آنکھوں میں کافر کا لفظ لکھا ہوگا ہر شخص مسلمان اسکو پڑھ لے گا پڑھا ہو یا ان پڑھ۔

اقول۔ یہ رسالہ مختصر دجال اور مہدی اور دابۃ الارض یاجوج ماجوج کے قصہ کا متحمل نہیں ہے (ازالہ اوہام) اور مولوی سید محمد احسن صاحب کے رسایل اس کے حادی ہیں یہاں صرف میں دو باتیں پوچھتا ہوں کہ اگر واقع میں دجال کی آنکھ کانی ہوگی تو کیا دیکھنے والے ہی اندھے ہی ہوں گے کہ ایسی ظاہر علامت کے ہونے پر اُس کو اپنا خدا مان لیں گے اور جب اُس کی پیشانی پر ک۔ ف۔ ر۔ لکھا ہوگا تو کیا سوائے ایک مرد مومن کے سب اس یک چشم مکفر پیشانی کے عیوب ظاہری سے بے خبر ہو کر ایمان لے آئیں گے۔ یاد رکھو کہ یقیناً ایسے کھلے کھلے نشانات ظاہری امتحان و ابتلا کے منشا کے خلاف ہیں ابن صیاد جو آنحضرتؐ کے زمانہ میں دجال مقرر پایا تھا جس کے دجال موعود ہونے پر حضرت عمرؓ نے قسم کھائی تھی اور اُسکے قتل کی بھی اجازت چاہتے تھے اور حضرت جابر تو اس کے دخول مدینہ اور صاحب اولاد ہونے پر بھی دجال ہی کہتے رہے تو پھر کیا وجہ تھی کہ ان حضرات کو اس کی پیشانی پر ک۔ ف۔ ر۔ نظر نہیں آیا جس سے تمام شکوک رفع ہو جاتے اور

علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس بارعب و قابل قدر پیشگوئی کے مصداق بننے سے محروم رہے اور جھوٹے کہلائے۔ انی مہین من اراد اہانتک میں صاف اشارہ ہے کہ جھوٹے منتسبوں کو ہرگز ہرگز یہ عزت نہیں ملے گی۔ تیرہ سو برس کے بعد حضرت اقدس نے بھی بالہام الٰہی دعوے کیا کہ میں وہی مہدی موعود ہوں کہ جسکی بشارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو دی ہے۔ علمائے وقت اس کے رد و تکذیب میں کھڑے ہو گئے اور لکھ بھیجا کہ وہ آسمانی نشانی جو جھوٹے و سچے کے لئے معیار ہے کہاں ہے الحمدللہ اس دعوے کے چوتھے سال ۱۳۱۱ھ تیرہ سو گیارہ ماہ رمضان میں حسب بشارت احمدی غلام احمد کی صداقت پر آسمان نے شہادت دی تیرہویں رمضان کو چاند گرہن اور اٹھائیسویں رمضان کو سورج گرہن ہندوستان اور پنجاب کے تمام ہندو و مسلمان اس واقعہ کی شاہد ہیں۔ اور سارے اخبار اس واقعہ کے ذکر سے بھرے پڑے ہیں۔ آج کوئی مورخ و منجم ہے کہ ہمیں بتلائے کہ زمان سابق میں کسی مدعی مہدویت کے زمانہ میں اس قسم کا کسوف و خسوف بہیئت کذائی ہوا ہے۔ ہرگز نہیں بتلا سکتا۔ پس روئے زمین کے جملہ اہل اسلام کی خدمت میں ہماری یہ اپیل ہے کہ آسمان و زمین کی ابتدائی پیدایش سے آج تک اس کے باوجود کہ بہت مدعی مہدویت گذرے مگر کبھی کسی زمانہ اور کسی مدعی کی صداقت میں یہ کسوف و خسوف کی جلیل القدر پیشگوئی واقع نہ ہوئی اور آج حضرت اقدس کے دعوے پر روز روشن کی طرح پوری ہو گئی جس کا انکار کسی پہلو سے حیز امکان میں نہیں ہے تو کیا آپ لوگ دوسرے مدعیوں کے برابر اس مدعی کو بھی کاذب و مفتری کہنے پر جرأت کریں گے اور یہ فیصلہ سنانے کے ہی مجاز ہو سکیں گے کہ گو اللہ جل شانہ نے اسکے دعوے کی تائید کی مگر درحقیقت وہ جھوٹا اور افترا پرداز ہے آپکا ایمان باللہ و بالرسول ہرگز اسکی اجازت نہیں دیگا۔ اب یہ عاجز ایک اور نازک و قابل حفظ اور قابل غور امر کی طرف اہل علم کو توجہ دلاتا ہے کہ جب عالم الغیب والشہادۃ نے حضرت اقدس کی صداقت میں خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پاک پیشگوئی کو اس کے ظاہر الفاظ میں نہایت صفائی کے ساتھ پوری فرمائی۔ تو اب ہر مومن کو اس اعتراف کے بغیر کچھ بھی چارہ نہیں ہے کہ ابو داؤد کی وہ حدیث جسمیں ذکر ہے کہ مہدی کا نام میرے نام اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام جیسا ہوگا اور وہ بنی

کیا خداوند عالم اپنی خدائی دوسرے کو دیکر معطل محتاج بنکر دردر بھیک مانگنے کو جائز رکھتا ہے ہرگز نہیں تعالی اللہ عن ذالک علواً کبیراً۔ منشی صاحب ظاہر حدیث دجال پر آپکی اڑھ بلا ارتیاب آپکو دائرہ توحید سے نکال کر دائرہ شرک میں داخل کر دے گی توبہ کرو توبہ کرو اور حضرت اقدس کے اس احسان کا شکریہ بجالاؤ اور آئندہ سے تمام مقاموں پر پیشگوئیوں کی حدیثوں کو ظاہر معنے پر حمل کرنے سے الحذر الحذر کرتے رہو ورنہ یاد رکھو کہ اسکی مخالفت میں آپکے ایمان کا خاتمہ بخیر نہیں ہے۔ سخت تعجب کی جائے ہے کہ اگر کوئی انبیاء و اولیاء علیہم السلام کو اس خاصہ الہی میں شریک کرے تو یہ حضرات جھٹ پٹ اسکو کافر کافر مشرک مشرک بول اٹھتے ہیں اور خود ہی ممبروں پر بیٹھ کر دجال کے ساتھ ایسے عقیدہ رکھنے کی ہدایت و تعلیم دیا کرتے ہیں افسوس اب کافر کو تو خدائی عنایت کریں اور خاصان خدا کو اس سے محروم ٹھہرائیں تلک اذاً قسمۃ ضیزیٰ اے حضرات! شاباش ہے آپ کے دل کو کہ توحید و شرک دو ضد کو اپنے اندر جگہ دیتا ہے خاک پڑی ایسی سمجھ اور تف ہو ایسے اعتقاد پر کہ الوہیت کے خاصہ میں دجال جیسے کافر کو شریک و ساجھی ٹھہرایا جائے۔

بعض کٹلے مولوی صاحبان جنکا نام لینا مناسب مقام نہیں ہے۔ نہایت دلیری سے کہتے ہیں کہ پروردگار عالم مالک الملک تھوڑی دیر کے لئے دجال کو اگر اپنی خدائی دے تو کیا عجب ہے۔

ابجی حضرت آپکو بشارت ہو آپکا دجال علیہ ما علیہ چالیس برس تک ظاہر حدیث کے رو سے خدائی کرتا پھرے گا ہم اس قول کو موحدین کے نور ایمان کے سامنے پیش کرکے داد خواہ ہیں اور ادب کے ساتھ یہ گذارش رکھتے ہیں کہ جس نے ہماری توحید کی راہ سے اس شرک کے بھاری پتھر کو ہٹا کر دور پھینک دیا اور ہمیں یہ ہدایت دی کہ ان حدیثوں کو انکے ظاہری معنوں پر حمل نہ کرنا ورنہ توحید باری عز اسمہ تم سے رخصت ہو جائے گی اور قرآن اکثر احادیث صحاح کا انکار لازم آئیگا آیا وہ مرد شکرگذاری اور قدم بوسی کے لائق ہے یا دجال کافر محمد لقب پانے کے لائق۔

قال۔ اب جتنی قرار داد ہی ہیں ان میں کا جواب بوضاحت دیتا ہوں جنکو مدعی مثیلت اور انکے اتباع اثبات وفات حضرت مسیح ابن مریم علیہما السلام پر پیش کرتے ہیں۔

اقول۔ اثبات وفات مسیح میں آپ نے کیا بہادری دکھلائی اور کونسے دلائل واضح پیش کئے

عمر فاروق کو قسم کہانے کی ضرورت نہ پڑتی اور اس باب میں حضرت جابر کا مخالف اس تحریر کو دیکھکر تصدیق کرلیتا اور جب مکہ کی راہ میں ابن صیاد نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے درد دل کے ساتہ مسلمانوں کی شکایت کی تہی کہ مسلمانوں کو کیا ہوگیا ہے کہ مجھے الدجال الدجال پکارتے ہیں حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہی کہ دجال مکہ مدینہ میں داخل نہیں ہوگا میں مدینہ سے آتا ہوں اور مکہ کا قصد ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ دجال لاولد ہوگا میں صاحب اولاد ہوں اگر اسکی پیشانی پر کافر کا لفظ جلی قلم سے لکہا ہوتا تو حضرت ابو سعید خدری کو اس کے پڑھ لیتے اور ابن صیاد کو ملزم کرنے میں کونسی چیز مانع تہی ابن صیاد اس تحریر کے سبب نادم ہو کر کبھی حرف شکایت زبان پر نہ لاتا اور صحابہ کرام جو ابن صیاد کو دجال کہتے تھے انکو اس بات میں بڑی سند ملجاتی۔ بہائی جان! مقام ابتلا ایسی باتوں سے مستثنیٰ ہوا کرتا ہے یہ ایک استعارہ ہے اسکی مثال ایسی کہ جو بدمعاش شہدا ہو تو کہتے ہیں کہ اسکے صورت و بشری اور پیشانی سے شیطنت و شرارت ٹپکتی ہے گویا یہ باتیں جلی قسم سے اسکی جبین پر ثبت ہیں۔

قال۔ پہر دجال آسمان سے کہے گا پانی برسا پانی برسائے گا۔ زمین کو حکم دیگا وہ غلہ اُگا ئے گی مارے گا جلائے گا اور زمین کے خزانے سب اُس کے ہاتہ رہیں گے اور خدائی کا دعویٰ کریگا وغیرہ وغیرہ ملخصاً وملتقطاً۔

اقول۔ وباللہ التوفیق جاننا چاہیئے کہ پروردگار عالم نے اتنے رسول اور اس قدر کتب وصحیفے جو نازل کیئے اسکی علت غائی گیا تہی صرف یہی کہ دنیا میں توحید پھیلے شرک دور ہو اسی اعلاء کلمۃ اللہ کے لیئے لاکھوں برگزیدوں نے اقسام اقسام کی تکلیفیں مخالفوں سے اُٹھائیں مگر اسکی تبلیغ میں کبہی سُستی نہوئی وہ تبلیغ کیا تہی اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں کسی کو شریک مت کرو خاصہ ذات باری (مارنا جلانا روزی کا دینا پانی کا برسانا غلہ کا اُگانا وغیرہ وغیرہ) میں اس کے غیر کو گو وہ نبی ہو یا ولی ساجہی مت ٹھہراؤ۔ سارا قرآن اس کے ذکر سے بھرا پڑا ہے۔ اور حدیثوں میں اس کا بیان جابجا موجود ہے شرک وہ بُری بلا ہے کہ جسکا ارتکاب ہمیشہ کیلئے نعیم جنت سے محروم کر دیتا ہے اور ابدالاباد اسکے لیئے خلود فی النار مقرر ہے۔

اب میں آپسے پوچھتا کہوں کہ آسمان و زمین جسکے تابع ہوں اس کا ہر ایک قسم کا تصرف انیں چل سکے موت حیات اسکے قبضہ میں ہوں بہشت دوزخ عزت ذلت اور تمام خزائن ارض اسکی قدرت میں پائے جائیں۔ پس اگر اسس نے خدائی کا دعوے کیا تو کیا کوئی امر معیوب ہے

وھی حیّۃ رواہ مسلم حضرت جابر سے روایت ہے کہ سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی موت کے ایک ماہ پہلے فرماتے تھے اے لوگو تم مجھ سے قیامت کا حال پوچھتے ہو در آں یہ ہے کہ اسکا علم - اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہے اور میں اللہ کی - قسم کھا کر کہتا ہوں کہ کوئی ایسا مخلوق زمین پر نہیں جو اس کو سو برس گذرے اور وہ زندہ رہے -

ہمارے منشی صاحب قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہٖ کے معنے سے گریز کرکے ہوچکے گذر چکے ترجمہ کرتے ہیں میری عرض ہے کہ تمام پیغمبر گذر چکے یا ہو چکے یا فرون اولے میرے پہلے سے گذر گئے اگر بقول تمہارے نہیں ہو چکے یا گذر چکے ہیں تو کہاں ہیں - آپ کا جواب یہی ہوگا کہ زمین کے نیچے ہیں حضرت ہم تو اتنا ہی سننا چاہتے تھے اور بس - وَاَوْصَانِیْ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ مَادُمْتُ حَیًّا کے استدلال کے جواب ہیں کہ اول یہ حکایت کلام مسیح علیہ السلام ہے جو گہوارہ میں کیا اور اسوقت انکو انجامکار اپنے یعنے رفع کا علم کہاں تہا -

جواب الجواب - بیشک یہ حکایت حضرت مسیح ہے مگر یہ تو فرمائیے کہ نماز اور زکوٰۃ اور اپنی والدہ کے ساتھ حسن سلوک اور انکی خدمت کی تاکید و وصیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کس کی طرف سے تہی - اور اس وصیت کا فاعل کون ہے - آپ کا جواب یہی ہوگا کہ اللہ بس الغرض اگر موصیٰ لہ کو اپنے رفع الی السماء کا علم نہ تہا تو کیا موصی جو عالم الغیب ہے اسکو بھی فراموشی طاری ہوگئی تہی اور انجام کار سے بے خبر ہو کر ایسی بات کی تاکید کی کہ جسکا انجام خلاف نکلا - اَعَاذَنَا اللہُ مِنْ ھٰذِہِ الْخُرَافَاتِ -

قال - دوم یہ کہ نماز پڑھنا عالم بالا میں کوئی امر محال نہیں الخ -

اقول - تن تنہا آسمان پر نماز پڑھ لینے سے امر معروف کی تکمیل ہرگز نہیں ہوتی اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام جس طرح امر الٰہی کے بجا آوری کے لئے مامور ہیں اسی طرح امتیوں کی ہدایت اُنکے ذمہ ہوا کرتی ہے اس وصیت کا ہرگز یہ معنے نہیں ہے کہ نماز صرف تم ہی پڑھا کرو امتیوں سے کچھ غرض نہیں اگر ہم مان بھی لیں کہ آسمان پر مرفوع ہو کر بھی نماز پڑھا کرتے ہیں تو اسکا دوسرا پہلو جو ہدایت نماز ہی اسکی تکمیل کیونکر کرتے ہوں گے ملک نصاب کی عدم استطاعت سے لازم نہیں آتا کہ تبلیغ احکام زکوٰۃ گردن سے ساقط ہو جائے اور ہدایت خلق ایتاء الزکوٰۃ کے بھی ذمہ وار نہ ہیں اب بتلاؤ کہ نماز اور نہ زکوٰۃ کے احکام ملاء اعلیٰ میں کس کسکو تعلیم دیتے ہیں منشی صاحب نے وبراً بوالدتی کو جو مَادُمْتُ حَیًّا کے بعد منصوص قرآنی ہے عمداً اس اعتراض کے ڈر سے ترک کردیا

کہ اب وفات حضرت ابن مریم کے جواب میں آپ سے امید رکھی تھی حضرت اقدس امام زمان کے سات دلائل قرآنی جو وفات مسیح ابن مریم پر صریح الدلالت ہیں اسکے رد وجواب میں منشی صاحب یوں لکھ بیٹھے کہ تفسیر حسینی نے یوں ترجمہ کیا ہے اور شاہ رفیع الدین و شاہ عبدالقادر نے وؤں لکھا ہے توفی کا معنے بھر لینا یہاں ہے موضح القرآن کی تحریر ہے وغیرہ وغیرہ اقوال جو سراسر بے سرو پا ہیں اُن پر احتجاج کیا ہے اور سراسر محاورہ قرآنی سے انحراف اور صحیح بخاری جو تمام صحاح میں اصح الکتب مانی گئی ہے اس کی تفسیر سے اعراض فرمایا گیا ہے۔ منشی صاحب نے یہاں کوئی ایسی بات پیش نہیں کی جس کا جواب عاجز نے اسی رسالہ میں ندیا ہو الا ماشاء اللہ چند باتیں ہیں جنکا ذکر اپنے محل میں آئیگا۔

قال۔ اور وفات قرآن پاک میں تین معنوں پر آیا ہے ایک موت دوسری خواب تیسری رفع جیسے فلما توفیتنی اور اذقال اللہ یا عیسے انی متوفیک۔

اقول۔ اس بیان کے پہلے آپ نے توفی کا معنے نوم لکھکر یہ کہا ہے کہ اکثر اہل علم کی اس پر متفق علیہ رائے آپکے نزدیک غلط ہے الحمد للہ درپردہ آپ ہماری تائید کر رہے ہیں۔ اب ذرا اسکی بھی تشریح فرمائیے کہ متوفیک کا معنے رفع ہو تو رافعک کا معنے کیا ہوگا۔ افصح و ابلغ کتاب میں حشو و تکرار بلا فائدہ کیوں رواج دیکر غیر اقوام میں قرآن کریم کی عظمت کو گھٹاتے اور اسکی جگ ہنسائی کرواتے ہو اتق اللہ اتق اللہ خدا سے ڈرو خدا سے ڈرو۔ میرے حضرت توفی کا معنے جبکا فاعل اللہ اور مفعول کوئی ذی روح افراد انسان ہو تو سوائے قبض روح کے کسی اور معنے میں ہرگز نہیں آیا نیند بھی ایک قسم کی موت ہے اس لئے کہتے ہیں۔ النوم اخو الموت۔

اسکی بحث بالبسط پہلے ہو چکی ہے ملاحظہ ہو۔ اور۔ وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّن قَبْلِكَ الْخُلْدَ کے استدلال پر جو جرح کیا ہے اس سے آپ کی ہمہ دانی معلوم ہوتی ہے اور بزعم خود جسقدر ترجمے نقل کئے ہیں سب سے ہماری تائید نکلتی ہے۔ الحمد للہ علی ذالک ع عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد۔ خضر کی زندگی کو جیبز کی عبارت نقل کر کے بڑا زور و ناز کیا ہے۔ ہم اس کے مقابل میں صحیح مسلم کی وہ سو برس والی حدیث ناظرین کی خدمت میں گذران کر گذارش کرتے ہیں کہ آیا جیبز کی بات واجب اتباع ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ہم کسکو احترام کے قابل سمجھیں ارشاد نبوی یہ ہے عن جابر قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول قبل ان یموت بشہر تسئلونی عن الساعۃ وانما علمہا عند اللہ و اقسم باللہ ما علی الارض من نفس منفوسۃ یاتی علیہا مائۃ سنۃ

وعقائد و رسوم تمام اہل باطل مکہ و مدینہ میں جمع ہو رہے تھے۔ اور پھر ہر ایک مذہب ہر ایک خیال باطل اور رذیلت کا استیصال علمی و عملی طور پر کر کے خدا تعالےٰ نے دکھا دیا کہ قرآن شریف کامل و مکمل کتاب ہے۔

علمی طور پر تو مذاہب باطلہ کا یوں فیصلہ کیا کہ قرآن کریم میں آنکے تمام خیالات باطلہ اور اعتقادات فاسدہ کا ابطال اور مدلل جواب دیکر قرآن شریف کو کامل و مکمل کیا۔ اور اپنا اقتدار دکھانے کے لئے کہ اُس کی صفات میں سے ہے کہ وہ سزا دیتا ہے۔ انعام بھی دیتا ہے اور اُسکی صفات عدل و رحم کے دو مظہر ہیں۔ ایک جنت اور ایک جہنم۔ یوں کیا اور اس بات کو عملی طور پر یوں دکھایا کہ حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو دو حصوں پر تقسیم کر دیا۔ ایک حصہ وہ تھا جسمیں آنحضرت بےکس بے بس بے یار و یاور سخت دکھوں اور مصیبتوں میں گھرے رہے۔ بھوکے پیاسے شعب ابی طالب میں محصور کئے گئے۔ اپنے پیارے وطن سے جلا وطن کئے گئے اور دشمن اُسوقت ہر ایک طرح کی عیش و عشرت اور آرام میں زندگی بسر کرتے۔ نہایت بے فکری کی حالت میں گویا ایک بہشت میں تھے۔ اُسوقت جبکہ کوئی ظاہری قرینہ اس بات کا نہ تھا اور کسی طرح کی توقع کامیابی کی نہیں ہو سکتی تھی۔ وعدۂ الٰہی ہوا کہ مومن بہشتوں میں داخل کئے جائیں گے جنّت تجری من تحتہا الانھار اُن جنتوں میں جہاں دودھ اور شہد کی ندیاں بہ رہی ہیں اور اُن کے سارے مخالف ہر قسم کے دشمن نار میں جھونکے جائیں گے۔ یہ ایسے وقت میں فرمایا جب کہ ہر ایک شخص آنحضرت پر ہنستا اور اُن دعووں کو محض ایک ہنسی سمجھتا تھا۔ اور بعینہ حضرت نوح کی قوم کی طرح کلما مر علیہ ملاء من قومہ سخر منہ آپ کے دعووں کو سُنکر مجنون کی حرکات کہتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدوں کو ایسا پورا کیا سزا و جزا کا ایسا ثبوت دیا کہ ساری دنیا پر حجت پوری ہو گئی۔ اور اب قیامت تک کسی اہل باطل کو حق کا مقابلہ کرنیکی گنجایش اور تاب نہیں...... سب اہل باطل۔ ہر قسم کے جھوٹے عقیدہ والے۔ حضرت رسول کریم کے مقابل میں آئے سبنے مخالفت کا بیڑا اُٹھایا۔ ہر ایک نے الحق کا مقابلہ کیا۔ نتیجہ کیا ہوا۔ تمام دشمن۔ ساری مخالف قومیں سب اہل باطل طعمۂ نار حرب ہوئے۔ لڑائیوں کی نار میں بھسم ہو گئے اور خدا کے سچے مومن جنّت تجری من تحتہا الانھار کے وارث ہو گئے۔ اور ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض

کہ اس حسن سلوک و خدمت میں امیر فقیر سب مساوی ہیں اس کے لئے کوئی نصاب نہیں ہے پس حضرت مسیح جس زمانہ تک کہ اُنکی والدہ ماجدہ زمین پر زندہ تھیں کس طرح آسمان پر تشریف رکھکر اُنکی خدمت کرستے ہونگے اور بَرًّا بِوَالِدَتِی کی وصیت الہی کو کیونکر بجا لائے ہوں گے واقعی یہ اعتراض نہایت صعب ہے ہمارے مخالفین کو اس سے ڈرنا ہی چاہیئے۔

مولوی کرم الہی صاحب الملقب بالمنشی نے چھہ سات دلائل قرآنی کو جنکو امام وقت مسیح موعود نے نصاریٰ کے خدا کی موت پر پیش کرکے اتمام حجت کیا تھا لکھہ کر ایسے رطب و یابس جواب دئے کہ جن پر صدہا اعتراض ہو سکتے ہیں مگر تیس ۳۰ آیات فرقانی جو وفات مسیح پر دلیل قوی ہیں اُنکا ذکر تک نہیں کیا میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ ہمارے مخالف بھائیوں سے ایک نے بھی خاتم النبیین کی آیت کو لیکر کچھہ بحث کی ہو وجہ یہ کہ آیتہ کریمہ اُنکی ساری اعتقاد کے تار و پود کو ایک قطع و برید کرکے چولہے میں جھونک دیتی ہے اور ایسی گرہ در گرہ سخت الجھن پیش آتی ہے کہ جس سے مخلصی ممکن ہی نہیں۔ عارف قرآن سحر بیان مولانا مولوی عبد الکریم صاحب سیالکوٹی کی تقریر اس باب میں کیا ہی بے نظیر ہے وھو ھذا۔

قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا۔

پس اب دو شخصوں کی کشتی شروع ہوگئی الحق کی اور الباطل کی۔ الباطل میں اللہ تعالیٰ نے تمام فرق باطلہ کو شامل کر لیا۔ آجکل جتنے فرقے دنیا میں موجود ہیں یہود۔ نصاریٰ۔ بت پرست۔ دہریہ۔ سب مکہ اور مدینہ میں موجود تھے اور جسقدر مختلف عقائد ہو سکتے ہیں۔ ہر قسم کے عقیدہ والے لوگ حضرت رسول کریم کی مخالفت میں تلے ہوئے تھے یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف میں تمام مذاہب باطلہ۔ تمام اخلاق رذیلہ کی تردیدیں موجود ہیں۔ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ کوئی نیا اعتراض اور نیا عقیدہ ایسا نہیں ہو سکتا جس کا استیصال علمی و عملی طور پر قرآن کریم نے نہ کیا ہو۔ اور کوئی صداقت۔ کوئی خوبصورت قول کسی فلسفی کا کتب عالم میں موجود نہیں۔ جو احسن طور پر قرآن شریف میں موجود نہ ہو۔ روم۔ مصر۔ یونان۔ یورپ کے تمام حکما کی کتابیں جہاں جاؤ۔ اور کوئی عمدہ سے عمدہ قول۔ کوئی نافع یا مضر عقیدہ یا اعلیٰ سے اعلیٰ صداقت اُنکی تصنیفات سے ڈھونڈ لاؤ۔ میں تم کو قرآن شریف میں اس نافع اصل سے بہتر اور اُس کا موئد اور اُس مضر کی تردید دکھا دوں گا اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف کی تعلیم کامل مکمل بنانے کے لئے تمام اہل مذاہب باطلہ کو گویا کھینچ کھانچ کر مکہ و مدینہ میں اپنی قدرت سے جمع کر دیا تھا۔ باوجود اختلاف اصول

ہیں جب کہ لحاف میں سے اُٹھنے کو جی نہیں چاہتا۔ گرمی میں جب صبح کو ہوا برابر لوری دیتی ہے۔ کہ ابھی سو رہو جس وقت یہ آواز آتی ہے کہ الصلواۃ خیر من النوم نماز اس نیند سے جس میں تو آرام کر کے سو رہا ہے بہت بہتر ہے۔ فوراً جاگ اُٹھتے ہیں۔ اور پیاری نیند کو چھوڑ کر عبادت الہی میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ انسان جو بالطبع عیش و عشرت کو پسند کرتا ہے کیا جبروت اس آواز میں ہے جو دیوانوں کی طرح اُٹھکر فوراً مسجد میں نماز کے لئے چلا جاتا اور خدا تعالے کی جماعت میں شریک ہو جاتا ہے۔

میں کہہ چکا ہوں۔ کہ کوئی امر۔ کوئی نہی۔ سطوت حاصل نہیں کر سکتی جب تک کہ وہ امر و نہی درصورت تعمیل و عدم تعمیل کے جزا و سزا کی مترتب نہ کرے۔ اور وہ امر و نہی ایک مقتدر شخص کی طرف سے نہ ہو۔ جو جزا اور سزا دینے پر اختیار رکھتا ہو۔ پس اس سنت اللہ سے جو نظام جسمانی میں پائی جاتی ہے صاف ظاہر ہے کہ نظام روحانی میں بھی .... اُسکی سنت کا اسی طرح ظہور ہے۔ یعنی دین دنیا میں حق کے مخالفوں کو سزا اور موافقوں کو جزا دے کر آخرت کی جزا سزا اور بہشت و دوزخ کے لئے نمونہ ٹھہرانا دنیا میں نیک و بد کو اپنے رحم اور غضب کا مورد بنا کر اپنے حکم کو مقتدرانہ اور پُر جلال ثابت کرنا اور اپنے امر و نہی کو ایک با اقتدار اور صاحب سطوت و جبروت بادشاہ کی طرح لوگوں کے اذہان میں مرکوز کرنا۔ پس یہی اصول ہے جسکی وجہ سے کلام ربانی یعنی قرآن کریم میں مخالفوں کے لئے تہدیدات اور وعیدیں مقرر ہوئیں اور بالآخر بعض تحریکات کیوجہ سے غضب الہی کا حکم جہاد و قتال کی صورت میں نازل ہو کر سب حق کے مخالف صداقت کے دشمن لڑائیوں کی نار میں جاکر بھسم کر دئیے گئے اور یہ ایک بڑی زبردست صداقت اور الہیات کی بھاری فلسفی تھی جسکو نہ سمجھکر کوتاہ نظر مخالفین نے انبیاء کے جہاد کو عرضۂ طعن بنایا۔

نبیوں کے حال میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دو قسم کی توجہ اُنہوں نے باطل کی تردید میں کی ہے ایک حکیمانہ دلائل اور بینات کے قائم کرنے سے دوسرے اقبال علی اللہ و عقد ہمت یعنی اُس بطلان کے استیصال کے لئے دعاؤں میں مصروف ہو جانے سے چونکہ باری تعالیٰ کی صفات اس امر کی مقتضی ہیں۔ کہ وہ جیسے اسباب ظاہری سے مسببات کے نتائج پیدا کرتا ہے۔ نہاں در نہاں اسباب سے بھی وہ مختلف مسببات اور نتائج پیدا کرتا ہے۔ اہل اللہ نے ایک طرف دلائل و بینات کے قائم کرنے میں ظاہری حجتیں اپنے مخالفوں پر قائم کیں دوسری

یرثہا عبادی الصلحون ۰ کے دعوے کے مصداق بن گئے اور اُس ساری زمین پر قابض ہو گئے جہاں دودھ اور شہد کی ندیاں بہ رہی تہیں (خروج ۳ باب ۸) یہ نمونہ اور تمہید تہی آخرت کی جزا و سزا کی۔ یعنی جسطرح حق کے مخالف اس دنیا میں نار حرب کا طعمہ ہوئے اسی طرح یقیناً یقیناً اُس نار کبری یعنی جہنم کی آگ کے بہی وارث ہونگے اور جسطرح مومن اس دنیا میں الہی وعدہ کے موافق ہرطرح سرسبز اور کامیاب ہو گئے اور اُس زمین کے وارث بنگئے جہاں دودہ اور شہد کی ندیاں بہ رہی ہیں اسی طرح یقیناً اور بلا ریب اُس اعلیٰ بہشت یعنی جنت الفردوس کے بہی وارث بنیں گے۔

تو غرض یہ ہے کہ خدا نے جو یہ طریق اختیار کیا اور اسی دنیا میں سزا اور جزا کا سلسلہ ایک مامور من اللہ کے ہاتہ سے قایم کیا۔ اُس مامور کو حق مجسم صورت بنا کر برخوردار اور کامیاب کیا۔ اُس کے مخالفوں کو باطل کا مجسم بُت ٹہیرا کر ناکامی اور غیظ و غضب کی آگ میں جہونک دیا۔ اور کلہم اجمعون کو فنا اور نیست و نابود کر دیا۔ یہ ایک بیّن ثبوت ہی آخرۃ کی جزا اور سزا کا اس طریق عمل سے گویا دنیا میں خدا تعالیٰ نے اپنی ہستی کا صاف ثبوت دیدیا۔ اور بجز ایک اندہے اور محض حیوان آدمی کے کوئی شخص نہیں جو اس صداقت حقہ سے چشم پوشی کر سکے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے صریح انا الموجود پکار دیا ہے۔ لیکن احمق اُسکی آواز کو نہیں سنتا۔ اس طرز عمل سے انبیاء نے جزاء و سزا اور باری تعالیٰ کے وجود کے ثبوتکو بدیہی کر دیا ہے اگر یہ پیشگوئیاں اور تحدیاں نہوتیں اور پہر جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا بعینہٖ اُسی طرح پوری نہ ہوتیں۔ تو وہ خوف الٰہی جس کی یہ تاثیر ہے اُن میں کبھی پیدا نہوتا یخرون للاذقان یبکون ویزیدہم خشوعا وہ روتے ہوئے ٹہوڑیوں کے بل گر پڑتے ہیں اور اُنکو فروتنی میں ترقی ملتی ہے۔

والذین اذا ذکروا بایات ربہم لم یخروا علیہا صما وعمیانا اور عباد الرحمن وہ ہیں کہ جسوقت اُن کے سامنے خدا کی آیات پڑہی جاتی ہیں تو وہ گونگے بہرے اندہے نہیں ہوجاتے۔ بلکہ خدا کا خوف اور سچی خشیت اُنہیں بہرجاتی ہے یبیتون لربہم سجدا وقیاما اپنے خدا کے سامنے سجدہ و قیام میں رات کاٹ دیتے ہیں تتجافی جنوبہم عن المضاجع یدعون ربہم خوفا وطمعا اُن کی کروٹیں خوابگاہوں آرام بستروں سے الگ رہتی ہیں خوف و امید سے اپنے رب کو پکارتے ہیں۔ سردراتوں

اُدھر انجیلی خدا مسیح حی قیوم خدا ہے۔ اور اُدھر وہ خدا جس کی طرف وید رہنمائی کرتا ہے حی قیوم خدا ہے تو تم دونوں اپنے اپنے خداؤں سے دُعائیں مانگو۔ کہ وہ تم کو ہلاکت سے بچائے اور قرآنی خدا کے مقابل تمہاری دستگیری کرے یا تمہارے مقابل مجھے ہلاک کر دے۔ تاکہ تمہارے مذہب کا زندہ نشان اور برکات ثابت ہوں۔ آخر ان دونوں وکیلوں کا جیسا انجام ہوا اُس سے سارا جہان واقف ہے۔ یہ دونوں الباطل کے بت ہلاک ہو گئے اور دنیا پر ظاہر کر گئے کہ وید یا انجیل کے احکام کے ماننے اور نہ ماننے سے کوئی ضرر اور فائدہ نہیں ہو سکتا نہ یہاں اور نہ وہاں۔ نہ اُن کے ماننے سے کوئی برکت یا فیضان حاصل ہو سکتا ہے نہ اُنکے نہ ماننے پر کوئی جزا سزا مترتب ہو سکتی ہے اور یہ دونوں بالکل مردہ اور بے جان مذہب ہیں۔ جنسے کوئی برکت یا کوئی زندگی حاصل نہیں ہو سکتی۔

ایک طرف آتھم عیسائیت کا وکیل اور اس بلند دعوے کا حامی عظیم تھا کہ مسیح درحقیقت زندہ اور سچا خدا ہے اور حقیقت عیسویت اپنے سارے زور۔ اپنی ساری جان۔ اپنے پورے ہتھیاروں کے ساتھ آتھم کی شکل میں مجسم ہو کر آئی تھی ادھر قرآن اپنی تمام زندہ طاقتوں حی قیوم خالق زمین و آسمان ابدی ازلی اور غیر فانی خدا کی یگانہ الوہیت کے سارے زوروں الوہیت مسیح کے ابطال اور کسر صلیب کے مناسب حال تیز ہتھیاروں کے ساتھ میرزا غلام احمد کی صورت میں ظاہر ہوا اور یہ ایسا دنگل تھا۔ جس کی نظیر ان دونوں مذہبوں کے آغاز سے بجز زمانہ رسول مقبول کے کسی زمانہ میں بھی پائی نہیں جاتی تھی۔ انجام یہ ہوا۔ کہ وہ اسلام کا دشمن عیسویت کا مجسم بت۔ نصرانیت کا صنم ظلم عظیم کی مہیب صورت پیشگوئی کے موافق پندرہ ماہ سخت ترین عذاب میں مبتلا رہا اور بالآخر اخفائے شہادت حقہ کی وجہ سے اُسے موت کا تلخ پیالہ مونہہ سے لگانا پڑا ۔ اور ایک طرف آریہ مذہب کا وکیل ویدک دھرم کی مجسم صورت اپنے سارے زور۔ اپنی ساری جان اور اپنے پورے ہتھیاروں کے ساتھ لیکھرام کی شکل میں نمایاں ہوا۔ اور اُس کے مقابل مذہب اسلام کا وکیل قرآنی تعلیم کا سچا مظہر اپنی پوری طاقت اور پورے ہتھیاروں کے ساتھ جلوہ گر ہوا۔ اور صاف صاف ظاہر فرمایا۔ کہ اگر وید کی شرتیاں وید کی رچائیں ایشر کی طرف سے ہیں تو آریہ لوگ ان شرتیوں ان رچاؤں کے ذریعہ سے اپنے مذہب کے اس وکیل کو میرے زبردست اور قہار خدا کے بطش شدید سے بچا لیں یا میری ہلاکت کے لئے دعا کر کے ویدی مذہب کا حی قیوم خدا کیطرف سے ہونا ثابت کریں۔

طرف اپنے تمام قویٰ سے اس طرف معروف ہو گئے کہ وہ باطل اپنے ظاہری صورت کے ساتھ ہی دنیا سے نیست و نابود ہو جائے۔ چنانچہ ہم دعوے سے کہتے ہیں اور مقدس تاریخ اسبات پر گواہ ہے کہ اولاً اور بالذات جن جن لوگوں نے سیف و سنان سے یا حجت و برہان سے امورین کا مقابلہ کیا وہ اسی کے مقابل اور مناسب ہتھیاروں سے ہلاک کئے گئے۔ ہمارے رسول کریم صلعم کے سامنے جن نصاریٰ۔ یہود۔ کفار۔ مشرکین۔ منافقین۔ ستارہ پرست۔ منکر بعثت و منکر نبوت قوموں نے بلا واسطہ راُساً آپ سے مقابلہ کیا وہ دنیا سے آپکے ہاتھ سے بلافصل جانشینوں کے ہاتھ سے نیست و نابود ہو گئے۔

اب اس زمانہ میں ہی اس عظیم الشان مجدد حضرت مرزا غلام احمدؐ صاحب قادیانی نے ظلی طور پر اپنے ہادیٔ کامل حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع کے وسیلہ سے ٹھیک اُسی رنگ پر جسطرح پہلے انبیاء کے زمانہ میں ہوتا رہا وعید الٰہی کا ثبوت دیا اور دو قہری نشانوں سے خدا تعالیٰ کی سطوت و جبروت دلوں پر قائم کی۔ اور آریہ اور عیسائی اسلام کے دو سخت دشمنوں کو جو مذہب آریہ اور مذہب مسیحی کے کلی وکیل اور مجسم بت تھے ہلاک کر کے آریہ دھرم اور عیسائی مذہب کا ایک ہی ضرب سے کام تمام کر دیا اور یوں ہوا۔ کہ ایک طرف ویدکی سچائی اور برکات کا دعویٰ کرنے والا جس کو وید کے عقائد و اصول اور ویدک تعلیم کی مجسم تصویر کہا جاتا تھا حضرت مرسل اللہ کے مقابل آیا۔ اور ایک طرف انجیل کا پیرو عیسائی مذہب کی صداقت اور برکات کا مدعی۔ مذہب عیسائی کو زندہ قرار دینے والا مقابلہ میں اُٹھ کھڑا ہوا۔ اُدہر حضرت اقدس قرآن شریف کی صداقت اور برکات کے مدعی اس مذہب کو زندہ اور حی قیوم مذہب ماننے والے مقابلہ کے لئے تیار ہوئے۔ آخر کار جب آتھم اور لیکھرام دونوں اپنے مذہب کی برکات اور زندہ نشان نہ دکھا سکے۔ انجیل کا پیرو انجیل کی متابعت میں کوئی برکت نہ دکھا سکا اور وید کا پیرو وید کی اتباع میں کوئی برکت اور زندہ نشان اپنے مذہب کا نہ دکہا سکا اور ہیبتہ کی تلوار سے دونوں باطل ہلاک ہو چکے۔ تو آخر کار الہام ربانی کے موافق حضرت اقدس نے بڑی پُرزور تحدی کے ساتھ فیصلہ یوں کیا۔ کہ اگر یہ دونوں مذہب زندہ خدا کی طرف سے اور زندہ مذہب ہیں اور انہیں اس پر ناز ہے وہ سُن لیں کہ مجھے میرے خدا اور زندہ حی قیوم خدا نے یوں آگاہ فرمایا ہے کہ یہ دونوں حی قیوم خدا کی مخالفت میں تباہ اور ہلاک ہو جائیں گے۔ سو اگر تم لوگوں کو وید اور انجیل کی سچائی کا یقین ہے اور سمجھتے ہو کہ یہ اس زندہ اور حی قیوم خدا کیطرف سے ہیں۔

نے ساری عمر میں اتنے پیرو نہ بنائے جو مسیلمہ کذاب نے دعویٰ کرنے کے ساتھ ہی بنا لیے۔ تو بات
یہ ہے کہ باطل کو لوگ بڑی جلدی قبول کر لیتے ہیں مگر الحق کو بڑی دیر کے بعد بہت ہی مزاحمتوں اور
مخالفتوں کے پیچھے لیکن پھر جب حق قائم ہو جاتا ہے تو ہرگز جنبش نہیں کھا سکتا اور نہایت ہی دیرپا
ہوتا ہے اور انباطل اسکی جگہ نہیں لے سکتا مایبدئ الباطل وما یعید۔ پس کسی بات کو تسلیم کرنا
اور مان لینا امر دیگر ہے اور خدا کی طرف سے ایک ملہم مجدد کا حجت پوری کرنا امر دیگر غرضکہ حضرت
اقدس نے قرآن کریم کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے وہ وہ کام وہ وہ تجدیدات کی ہیں کہ آج تک کسی
مجدد سے ظہور میں نہیں آئیں الہام کے منکروں دہریوں برہموؤں سکھوں آریوں عیسائیوں
اور تمام اقوام پر حجت قایم کردی ہے اور اس غلام احمدؑ نے اپنے پیارے رسول احمدؐ کے دین
کی ایسی تائید کی ہے کہ ایک سچا مسلمان عاشق قرآن اس پر حمد کے ترانے گاتا ہے اور اسپر ثابت
ہو جاتا ہے کہ اس چودھویں صدی کے مجدد نے ہمارے رسولؐ کے مذہب کو کسطرح زندہ کرکے دکھایا
ہے اللہ اکبر اس مجدد دین نے ایسی ایسی برکات اسلام نمایاں کی ہیں۔ ایسے ایسے نشان دکھائے ہیں سب
قوموں سب مذہبوں پر اسطرح حجت اسلام قائم کی ہے کہ حضرت رسول کریمؐ اور صحابہ کرامؓ کے زمانہ سے
لیکر اب تک کوئی اس عظیم الشان مجدد کا نظیر نظر نہیں آیا۔ مگر غور کرنے والا دل اور سوچنے والی طبیعت
چاہیئے زمین و آسمان میں قدرت کے نشان بھرے پڑے ہیں پر کتنے ہیں جو انسے فایدہ اُٹھاتے ہیں۔
افسوس جسقدر لوگ دنیاوی امور میں غور اور توجہ کرتے ہیں دینی کام میں اسکا سوواں حصہ بھی
کریں تو کسقدر دینی ترقی حاصل ہو کاش کوئی بات کا سننے والا اور غور کرنے والا ہو۔ دنیاوی
کاموں میں انہماک اور توجہ کی بابت میں آپکو ایک کہانی سناتا ہوں۔ علیگڈھ کالج کے پرنسپل ہیں
مسٹر بیک صاحب انکی بہن سیر کرتے کرتے کشمیر میں پہونچگئی اس کے ساتھ ایک نوجوان فضل حق
تھے جو ہمارے حضرت مولوی نورالدین صاحب کے عزیزوں سے تھے وہ اس مس کو مولوی صاحب
کے مکان پر لے آئے مولوی صاحب نے اس مس سے آمد کی تقریب اور سیر کی کیفیت پوچھی اُس
نے بیان کیا کہ میں کل انڈیا اور ایشیا کے بہت سے ممالک کی سیر کر آئی ہوں ابتک خرچ کثیر پڑا
ہے لیکن جس مطلب کے لئے پھر رہی ہوں اگر وہ حاصل ہو گیا تو سارا خرچ جو ابتک پڑا ہے
وصول ہو جائے گا اور فائدہ بہت ہوگا۔ بات یہ ہے کہ دلدلوں میں ایک قسم کا کیڑا ملتا ہے
جسکو ولایت والے بڑی قدردانی سے خریدتے ہیں اور وہ انکے بہت کام آتا ہی ابتک میں
بہت ماری ماری پھری پر کہیں سے وہ نہ ملا اب کشمیر کے دلدل میں ڈھونڈوں گی اگر مل گیا

اگر ساری دنیا کے آریہ ویدک دہرم کے پیرو اپنے جہوٹے مذہب کے وکیل کو اسلام کے حی قیوم خدا کے غضب اور عذاب سے نہ چہڑا سکے اور انہوں نے آریہ مذہب کے باطل ہونے پر ہمیشہ کے لئے مہر لگادی لیہلک من ہلک عن بینۃ ویحیی من حی عن بینۃ یہ عجیب نشان الٰہی ہیں جو اس مجدد کے ہاتھ سے ظہور پذیر ہوئے۔ جسکی آنکھ دیکھنے کی ہو دیکھے جسکا دل سوچنے کے قابل ہو غور کرے سخت افسوس اور بڑے تاسف کی بات ہے کہ دنیا کے معاملہ میں جو فانی اور زوال پذیر ہیں ادنے ادنے بات میں اسقدر غور اور چہان بین کیجاتی ہے کہ جسکی کچھہ انتہا نہیں مگر خدا کے نشانوں میں نہیں غور کرنا جو نجات روح کے لئے بڑا ضروری امر ہے ذرا غور نہیں کیجاتی بڑی بے پروائی سے پس پشت ڈال دئے جاتے ہیں۔ کیا یہ نشان الٰہی نہیں کیا یہ ہیبت ناک نشان نہیں۔ کیا حجت الٰہی پوری نہیں ہوئی اور سب کے سب الزام الٰہی کے نیچے نہیں گئے پہر دیکہو سکہوں کی قوم پر کس نے حجت پوری کی یہ بات ہنسی میں ٹال دینے کے لائق نہیں جو لوگ علم کی ہوکے ہیں اور صداقت کے پیاسے ہیں۔ وہ سمجھہ سکتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے یہ کچھہ تہوڑا کام نہیں کیا۔ آپ خود ڈیرہ بابا نانک میں معہ ایک جماعت مخلص مریدین کے تشریف لے گئے بابا نانک کا چولا جو پشت بہ پشت انکی صحیح یادگار چلا آتا ہے بڑی محنت و دقت سے کہلوایا اور ملاحظہ فرمایا۔ یہی اصل چولا بابا نانک صاحب کا ہے جو انکی دلی اعتقاد اور اصلی مذہب کا پتہ دیتا ہے اسی لئے چولے پر کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکہا ہے۔ کہیں لکہا ہے ان الدین عند اللہ الاسلام سچا دین اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے۔ کہیں سورہ اخلاص لکہی ہے کہیں آیۃ الکرسی غرضکہ تمام چولے پر قرآنی آیات اور اسلامی اعتقادات کی باتیں ہی لکہی ہوئی ہیں اور ویدکی شرتی اور ہندوؤں کا کوئی شلوک ہرگز نہیں لکہا جو صریح اور بدیہی شہادت ہی اسبات کی کہ بابا نانک صاحب ضرور اور بلا ریب مسلمان تہے اور اسلام ہی پر مرے۔ یہ تحقیقات ہی حضرت موعود ہی کا حصہ تہی جس نے تمام قوم سکہہ پر دائمی حجت قائم کردی۔ یہ بات کہ پہر سکہہ لوگ مسلمان کیوں نہیں ہوگئے اور دنیا حضرت اقدس کی مرید کیوں نہیں ہوگئی۔ یہ کہنا ٹھیک نہیں خود یہود و نصاریٰ مدینہ کے آنحضرت پر بہت کم ایمان لائے حالانکہ وہ آنحضرت کو بیٹوں کی طرح پہچانتے تہے اور اسلام کی دعوت ابہی بہت سے ممالک میں نہیں پہونچی۔ حالانکہ تیرہ صدیاں اسلام کو شروع ہوئے ختم ہوچکیں سب کام آہستہ آہستہ اور نرم چال ہوتا ہے اور جب قائم ہوجاتا ہے توپہر بڑا ہی دیرپا ہوتا ہے۔ کمثل زرع اخرج شطاہ فازرہ فاستغلظ فاستوی علی سوقہ یعجب الزراع لیغیظ بہم الکفار۔ حضرت رسول کریم

اس سلسلہ طیبہ کا مخالف ہے میرے مقابل ہرگز قادر نہ ہوگا کہ میری طرح کسی سورۃ قرآنی کے حقایق معارف بیان کر سکے۔ اگر کسی مخالف کو یہ جرأت ہے تو جہاں چاہئے اور جس طرح چاہے فیصلہ کرلے اور ایسا ہو کہ پہلے اشتہار دے دیا جاوے اور پھر ایک مجلس عظیم منعقد کر کے وہ شخص بھی قرآن شریف کے حقایق و معارف و نکات و مطالب بیان کرے اور میں بھی کروں گا پھر دیکھو کہ کس کی روح کو کلام ربانی سے زیادہ مناسبت ہے۔ چار گھنٹے تقریر کرے آٹھ گھنٹے دس گھنٹے میں ہر طرح ہر وقت تیار ہوں جو سننے والا ہے سُنے اور جو نہیں سُنتا اس کو پہونچا دیا جائے کہ ناحق کی مخالفتوں بیجا لڑائی جھگڑوں سے کیا حاصل؟ کیا یہ طریق فیصلہ سب سے عمدہ نہیں؟ کلام ربانی کے دقایق و حقایق میں وہ اور ہم مقابلہ کرلیں پھر سب کو معلوم ہو جائے گا کہ بفحوائے لایمسہ الا المطہرون کے کلام ربانی کے ساتھ زیادہ تعلق اور زیادہ مناسبت کس کو ہے۔ اس معیار سے کلام ربانی کا حقیقی طور پر جاننے والا اور اس کے معارف و حقایق سے بے خبر صاف کھل جائے گا اور راستباز ناراستباز سے صاف متمیز ہو جائے گا کیونکہ جہاں تک میری رائے ہے یہ طریق فیصلہ سب سے آسان اور سب سے زیادہ قرین انصاف ہے کہ ہر ایک فرقہ کی کلام ربانی کے ساتھ مناسبت جانچی جائے جسکو قرآن کے ساتھ زیادہ مناسبت اور زیادہ تعلق ہوگا وہی طریق حق پر ہے اور اس کا مخالف صریح بطلان پر۔ مبارک ہیں وہ جو اس طریق فیصلہ کو منظور کر کے حق کو باطل سے صاف متمیز کردیں اور دنیا کو دکھا دیں کہ قرآن کس کیطرف ہے۔

والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔

فقط۔

تو پھر ساری شفقت کی مزدوری بھر پاؤں گی غرضکہ وہ لڑکی پائنچے اٹھائے ہوئے سیاہ دلدلوں میں اس طرح پھرتی جس طرح پانی میں بگلا پھرتا ہے بھوکی پیاسی رہتی اور مصیبت سہتی ۔ مگر الحمد رہے استقلال آخر ایک دن بڑی خوش و خورم آئی معلوم ہوا کہ گوہر مقصود اس سیاہ کیچڑ سے نکال لائی اور کہا کہ یہ تو مجھے معلوم نہیں کہ اس کیڑے کے خواص کیا ہیں مگر اتنا جانتی ہوں کہ تمام یورپ کے عالم اس کیڑے کو ڈھونڈ رہے ہیں مگر نہیں ملا اب میں نے پالیا اور میرا سب سفر خرچ وصول ہو گیا پھر جو اس کا مقوی دیکھا گیا تو اس میں چھوٹے چھوٹے کیڑوں کو ایسی احتیاط سے رکھا ہوا تھا اور ایسے سامانوں کے ساتھ کہ انکی ہیئت کذائی میں مطلق فرق نہ آوے ۔ غرضکہ یہ لوگ نفسانی اغراض و خواہشات کے لئے تو اس قدر جانفشانیاں کرتے اور تکلیفیں اٹھاتے ہیں مگر خدا کے لئے خدا کے نشانوں میں غور کرنے کے لئے اس کا ہزارواں حصہ بھی تکلیف گوارا نہیں کرتے سب لوگوں کو چاہیئے کہ ان تمام نشانوں اور تمام دلائل و براہین میں ٹھنڈے اور بے غرض دل سے غور کریں اور اپنی عملی اور اخلاقی حالت کو درست کریں یاد رکھیں ہنسی کی جگہ نہیں ایک خطرناک دن آنے والا ہے مبارک ہے وہ جو اس کے آنے سے پہلے ہوشیار ہو جائے اور اس بدرقہ کے ساتھ ہولے جو اُن خطرات سے بچانے کے لئے مبعوث ہوا ہے خدا کے ہاں مکاری نفاق اور ریاکاری کام نہیں آسکتی سچا ایمان خشیۃ اللہ صدق اخلاص تقویٰ اور طہارت ہی کام آئے گا مبارک ہیں وہ جو وقت سے قبل ان صفات سے متحلی ہو جائیں۔

ہم دعوے سے کہتے ہیں اور بڑے زور سے کہتے ہیں کہ ہم نے اس سلسلہ میں داخل ہو کر زندہ ایمان حاصل کیا حضرت رسول کریمؐ کو دیکھ لیا اور خدا کو پا لیا ہے ہمکو اللہ کے فضل سے اور ہاں محض اُسی کے فضل سے کلام ربانی کے وہ معارف و حقایق اور اسرار و دقائق معلوم ہوئے ہیں جنکا مقابلہ کوئی نعمت نہیں کر سکتی اور میرا یقین ہے کہ جو شخص حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پاک صحبت میں اخلاص سے بیٹھے گا ضرور زندہ ایمان اور صلاحیت دین سے حصہ لے گا۔ صالحین کے پاس بیٹھنے والا فیض سے محروم نہیں ہو سکتا ؎ صحبت صالح ترا صالح کند۔ مشہور مقولہ ہے۔ میں باری تعالیٰ کی نعمت کی تحدیث کے طور پر کہتا ہوں کہ میں نے قرآن کریم کے حقایق و معارف اور زندہ ایمان اس پاک سلسلہ کی بدولت حاصل کیا ہے میں اس بات کے کہنے سے ذرا بھی تامل نہیں کرتا کہ حضرت احمد قادیانی کی طفیل محمد رسول اللہ صلعم کو اور خدا کو آنکھ سے دیکھ لیا ہے اور میں بفضلہٖ تعالیٰ دعویٰ سے کہتا ہوں کہ کوئی شخص جو

اسکی تفسیر نہیں پاؤ گے اگر انکا علم آنحضرتؐ کو دیا گیا ہوتا تو اسکا اخفا شان نبوت کے بالکل خلاف تہا کیونکہ رسولوں کا اصلی کام تبلیغ و تعلیم ہے پس ان چیزوں کی وحی اس غرض سے ہوئی ہوگی کہ کسی دوسرے وقت میں یہ راز سربستہ بہر ایک امتی کی رفعت شان ظاہر کی جائے اور لوگوں کو نفع پہونچے اور یہہ بہی ممکن ہے کہ یہ اسرار الٰہیہ ہیں اس لئے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انکا اظہار نہ فرمایا اور علمائے راسخین کے فہم پر جنکو فضل الٰہی سرفراز کرے چہوڑ دیا اسی طرح ممکن ہے کہ یہ انگریزی الہام بہی اسی قبیل سے ہو۔ آج تک ہم نے کسی سے نہیں سنا کہ الہام کے الفاظ بہی محض غلط ہیں چونکہ انگریزی ہمیں نہیں آتی اس لئے اس کا فیصلہ ہمارے پاس آسان یہی ہے کہ انگریزی کے الہامی جلے قادیان بہیج دئے جائیں کیونکہ اسوقت وہاں بڑے بڑے لایق انگریزی دان موجود ہیں۔

سوال دوم - مرزا صاحب کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بے باپکے پیدا نہیں ہوئے بلکہ اُن کے باپ کا نام یوسف نجار تہا۔ ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۰۳ کے حاشیہ میں یہ عبارت (کیونکہ حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتہہ بائیس برس کی مدت تک نجاری کا کام بہی کرتے رہے ہیں) موجود ہے۔

جواب اول - علی العموم یہ بات ادنی اعلیٰ میں مروج ہے کہ ہر شخص اپنے باپ کے نام سے پکارا جاتا ہے ماں کے نام سے کوئی نہیں پکارا جاتا مگر وہی کہ جس کا باپ نہو جیسے حضرت عیسیٰ۔ مرزا صاحب کی تمام کتب عربی و فارسی و اردو کو جمع کر کے اگر کوئی تلاش کرے تو کم سے کم دس ہزار مقام پر مسیح ابن مریم یا عیسیٰ ابن مریم کا لفظ نکلے گا اور یہی لفظ اسی ازالہ اوہام میں چار پانچ سو سے زائد برآمد ہو سکتا ہے ہمارے مخالف بہائی اگر زمین و آسمان کے قلابے بہی ملا ڈالیں تو بہی ایک مقام پر مسیح بن یوسف ہرگز نہیں بتلا سکیں گے بہلا جس کا عقیدہ مسیح کے باپ رہونے کا ہو تو وہ ایک جگہ بہی مسیح بن یوسف اپنے موئہہ سے نہ نکالے اور لاکہوں مقام پر اپنے عقیدہ کے خلاف مسیح ابن مریم کہا جائے یہی ایک بات ہے کہ مخالفوں کے اسکات کے لئے بس ہے۔ یاد رکہو کہ یہاں باپ کا لفظ ہرگز اپنے معنے حقیقی پر نہیں ہے بلکہ معنے مجازی پر محمول ہے۔ چونکہ یوسف نجار حضرت مریم کا چچیرہ بہائی تہا اور اس کے ساتہہ منگنی بہی ہو چکی تہی اور اس نے ہیرودس کے عہد میں ان ہر دو ماں بیٹے پر بہت بڑا احسان کیا تہا پادشاہ کی عداوت کو دیکہکر ان دونوں کو دور

سوال اول - انگریزی زبان میں مرزا صاحب پر جو الہام ہوتا ہے وہ ضرورت سے بعید ہے اس لئے کہ صاحب موصوف انگریزی نہیں جانتے ہیں اور جس مخاطب کو متکلم کا کلام سمجھ میں نہ آوے تو وہ عبث ہے اور طرفہ یہ کہ یہ الہامی انگریزی محض غلط اور بالکل سمجھ میں نہیں آتی۔

جواب اول - جو شخص انگریزی سے بالکل بے خبر ہو اور ایک جملہ انگریزی کو الہام الٰہی کہکر سارے عالم میں پھیلا وے اسکی باوجود کہ اس کے جملہ الفاظ بکلیہ فہم سے خارج ہوں یہ اس بات کی قوی دلیل ہے کہ اسکو اس جملہ کے الہام الٰہی ہونے میں کچھ تردد نہیں ہے ورنہ لوم لائم ایسی بات مونہہ سے نکالینے کا سخت مانع ہے۔

جواب دوم - یہ ضرور نہیں ہے کہ مخاطب جس بات کی اصلیت کو نہ جانتا ہو متکلم اُسکو نہ بیان کرے پیشگوئیوں کو دیکھو کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب پیشگوئیوں کا علم نہ تہا مگر کیا متکلم نے اسکے بیان کو ناجائز رکھا ہرگز نہیں ایک پیشگوئی پر غور کرو کہ آپکی بی بیوں نے عرض کی تہی یا رسول اللہ ہم میں سے پہلے کون آپسے لاحق ہوگا یعنے آپکی رحلت کے بعد کس کا پہلے انتقال ہوگا فرمایا - اَطْوَلُکُنَّ یَدًا - تم میں سے جس کا ہاتہہ زیادہ لمبا ہوگا ازواج مطہرات آپکے روبرو ایک لکڑی لے کر ہاتہہ ناپنے لگیں - اور بی بی سودہ کا ہاتہہ سب سے لمبا نکلا - مگر واقعہ اُس کے خلاف ہوا جس بی بی کا انتقال پہلے ہوا وہ حضرت زینب تھیں اور اُسوقت سبہوں نے قطعًا یہ سمجہا کہ اطول یدٌ اپنے ظاہری معنے پر نہیں ہے بلکہ اس سے صدقہ مراد ہے - جو بی بی زینب میں سب سے زیادہ پایا جاتا تہا - پس غور کرو کہ متکلم نے تو بیان کیا مگر مخاطب کا ذہن اس کے سمجھنے سے قاصر رہا اور دوسرے لوگ اس کے وقوع کے بعد اس سے فایدہ مند ہوئے ایسے ہی انگریزی الہام اگر مخاطب کا فہم اس سے قاصر ہے تو کچھ حرج کی بات نہیں اوروں کو ضرور نافع ہے - حروف مقطعات پر تامل کرو کہ کسی حدیث کی کتابمیں رسول کریم سے

اور سمجھانے میں محتاج کس طرح ہو سکیں گے۔

جواب ۔ حضرت مرزا صاحب کے الہام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے الہام میں بون بائن ہے اس لئے کہ حضرت عیسیٰ کے سارے احکام چھوٹے بڑے سب کچھ الہام الٰہی پہ موقوف ہیں جسکا فہم انکے ملہم کے لئے ضروری ہے بخلاف الہام انگریزی حضرت اقدس کہ اس پہ کوئی احکام اسلامی کا ہوا نہیں ہے ۔ جسکا ملہم کو علم ہونا امر اہم مانا جائے ساری عمر میں دس پندرہ یا کچھ کم زائد فقرے انگریزی میں الہام ہوئے ہوں گے بخلاف وحی مسیح ابن مریم صلی اللہ علیہ وسلم کہ نشست و برخاست قصاص وحدود ترغیب وترہیب اوامر ونواہی جملہ احکام کا دارمدار اسی وحی عربی پر منحصر ہے پس ایک کا قیاس دوسرے پر قیاس مع الفارق ہے۔

سوال پنجم ۔ توفی کا لفظ جس وقت اسکا فاعل اللہ اور مفعول کوئی ذی روح ہو قرآن میں گیارہ جگہ موجود ہے از انجملہ **ثم توفی کل نفس ماکسبت** الخ ایک آیت ہے۔

جواب ۔ معترض کی لیاقت علمی پہ ایک واقعہ یاد آیا کہتے ہیں کہ مولوی محمد سعید مرحوم سابق مدرس اول کالج سنٹ سٹیفن کی خدمت میں مولوی عبدالصمد صاحب لنگی رسول پوری نے حاضر ہوکر ایک مسئلہ مختلف فیہ میں حضرت مرحوم سے چھیڑ چھاڑ شروع کی آپنے فرمایا کہ یہ مسئلہ تفسیر کبیر میں ہے پڑھکر دیکھئے مولوی صاحب پڑھنے لگے تو ماشاء اللہ فاعل کو مفعول ماضی کو مضارع تفعل کو تفعیل پڑھ پڑھا کر ایک نیا قاعدہ ایجاد کر دیا تب مولوی مرحوم نے طیش میں آکر فرمایا بس پڑھ لیا مولوی ہوگیا ۔ الحاصل جنکو ابتک صیغہ کی تمیز نہیں آج وہ ہی امام وقت مجدد زمان عالم ربانی حضرت جنہی معہود علیہ السلام کی نکتہ چینی کے مدعی ہیں ۔ اور انکو مد مقابل سمجھتے ہیں ۔ مینڈکی کو بھی زکام ہوا ہے۔

اجی مولوی صاحب اجہاں جہاں آپ نے اس قسم کے الفاظ دیکھے ہیں وہ مابہ البحث سے مستثنٰی ہے توفی جمع مضارع مجہول باب تفعیل کا ہے اس کو آپ نے بزنگ توفی متنازع فیہ سمجھکر بڑے خوش ہوکر دامن پھیلائے بیٹھے ہیں اب کیا ہے صرف درخواست سرکار میں پیش کرکے مدعی مشتہر سے ہزار روپیہ وصول کرنا ہے ۔ حضرت کچھہ ہوش بھی ہے جس کے لئے ہزار روپیہ کا اشتہار دیا گیا ہے اور جس بحث نے ایک عالم کو دنگ کر رکھا ہے

دراز لے جاکر انکی جان بچائی تھی اور حضرت مسیح بھی بائیس سال تک اس کے زیر تعلیم رہ چکے ہیں اس لیئے ان وجوہ اربعہ کے رو سے مجازاً اُسکو باپ کہا۔ اور مشہور بات اور عرف عام ہے کہ لوگ مربی و سرپرست کو باپ کہا کرتے ہیں اس سے کوئی شرعی استحالہ لازم نہیں آتا دیکھو کلام مجید میں آزر کو جو ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا باپ کہا اذ قال ابراھیم لابیہ آزر الآیۃ اور اسمٰعیل اور ابراہیم علیہ السلام کو جو حضرت یعقوب کے چچا اور دادا ہوتے ہیں باپ کے لفظ سے یاد فرمایا ام کنتم شھداء اذ حضر یعقوب الموت اذ قال لبنیہ ما تعبدون من بعدی قالوا نعبد الٰھک والٰہ اٰبائک ابراھیم واسمٰعیل واسحاق الٰھاً واحداً ونحن لہ مسلمون۔

جواب دوم۔ ازالہ اوہام کے متعدد مقاموں میں حضرت مسیح کو بے پدر لکھا ہے منجملہ ان کے یہ دو شعر ہیں جو ازالہ کے صفحہ (۳۰۷) میں درج ہیں۔ ؎ ای خدا جانم براسرارت فدا + امیاں رامید ہی فہم و ذکا + کرکے بودم مرا کردی بشر + من عجب تراز مسیح بے پدر + اور الحق مباحثہ دہلی کے صفحہ (۳۶) میں لکھتے ہیں۔ پہلی کتابوں میں بطور پیشگوئی کے لکھا گیا تھا کہ انکو (فرقہ صدوقی) سمجھانے کے لئے مسیح کی ولادت بغیر باپکے ہوگی اور اسی صفحہ کے دوسرے مقام پر یہ فرماتے ہیں ابتک بائبل کے بعض صحیفوں میں موجود ہے کہ مسیح اپنی ولادت کے روسے بطور علم الساعۃ کے ان کے پاس آیا تھا۔

کیا یہ وجوہ بالا قرائن صارفہ نہیں ہو سکتیں کہ یہاں باپکا لفظ اپنے معنے حقیقی پر نہیں ہے بلکہ معنے مجازی پر محمول ہے۔

سوال سوم۔ مادمت حیا کے ترجمہ میں دلیل المحکم کے مصنف کو دھوکا ہوا ہے ولی اللہ صاحب نے زندہ باشم ترجمہ کیا ہے الخ

جواب۔ دُمتُ ماضی نہیں تو کیا مضارع ہے دنیز سائل کا دُمتُ کو ماضی استمراری کہنا اس کی کمال قابلیت پر دال ہے بہر حال زندہ باشم کیوں صحیح نہو ہمیں کچھ مضر نہیں ہمارا مطلب ہر طرح سے حاصل ہے اور مخالف پر سخت اعتراض لازم آتا ہے۔ آیت میں غور کرو۔

سوال چہارم۔ جب مرزا صاحب انگریزی الہام نہ سمجھکر دوسروں کو فیض پہونچاتے ہیں تو عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول من السماء مرزبان قرآن علم عربی کے سمجھنے

جواب۔ حضرت مجدد نے (برو مے رحمت خدا باد) اس بات میں ایک رسالہ المسمی بشہادۃ القرآن لکھا ہے بغور دیکھو۔ و نیز جب وفات مسیح ابن مریم آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ سے بالقطع ثبوت کو پہونچ چکی ہے تو جہاں جہاں حدیثوں میں نزول مسیح کا ذکر آیا ہے وہاں لامحالہ مثیل مسیح ہی مراد ہے اور اسی رسالہ الدلیل المحکم کا اکثر مقام بالصراحت اسبات پر دلالت کرتا ہے۔

سوال ہشتم۔ مرزا صاحب امام بخاری کا نام جانتے نہیں محمد اسمٰعیل لکھا ہے۔

جواب۔ محقق صاحب آپ ہی بتلا دیجئے کہ اگر محمد اسمٰعیل نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے محاورہ عرب بلکہ اکثر زبانوں میں اپنے نام کے ساتھ باپ کا نام بلا ذکر لفظ ابن مشہور و شائع ہے۔ عمار یاسر احمد حنبل سعد زنگی سمنت کیشو وغیرہ کیا تحقیق اسی کو کہتے ہیں کہ جو امر اپنے فہم قاصر سے باہر معلوم ہو اس پر غلطی کا اطلاق کیا جائے

ع سخن شناس نئے دلبرا خطا اینجا است +

مولوی صاحب بیٹھو بیٹھے اپنی پردہ دری کیوں کرواتے ہو۔ خدا سے ڈرو اور اہل اللہ کی عداوت و مخالفت سے توبہ کرو ورنہ یاد رکھو کہ انجام بخیر نہیں ہے۔

سوال نہم۔ عبدالرحیم و مرزا صاحب قرآن و حدیث مطلق دیکھتے نہیں

جواب۔ اس سلسلہ عالیہ کا اصل اصول یہ ہے کہ پہلے آیات قرآنیہ محکمہ پر انکا تمسک ہوتا ہے۔ پھر احادیث صحاح اور یہی وجہ ہے کہ ان دو تیز حربہ کے مقابل میں کمزور بودے حربہ اقوال کے کچھ کام نہیں دیتے۔ بحمد اللہ ہر میدان میں فتح انکے ساتھ ہے۔ مجھے قرآن دانی کا دعویٰ نہیں ہے اور شب و روز اس نعمت عظمیٰ کے حصول کے لئے جناب باری میں دست بدعا ہوں اور یہ شعر پڑھا کرتا ہوں ؎

منور کن دلم را یا الٰہی از کتاب اللہ + طفیل آں امام قادیانی عارف و آگاہ۔ قرآن کریم کے معجزہ ہونے کو ہر فریق اسلام زبانی تسلیم کرتا ہے مگر ایا تا گہو کہ سوائے مرزا صاحب قادیانی کے کس نے اس پر فتنہ دجالی زمانہ میں اسکی چمکار دکھلائی اور قرآنی حربہ لے کر دشمن دین کا سامنا کیا اور تمام ادیان کو ایک دم میں اپنے پاؤں کے نیچے کچل کر مردوں کے شہر خموشاں میں انکو جا سلایا اور کس کے الفاظ طبع زاد معجزہ کا کام دیکر

وہ توفی باب تفعل سے ہے۔ خدا کے لئے کہیں جلدی کرکے دلا پانے کی نالش عدالت میں
نکر بیٹھنا ورنہ سخت جنگ ہنسائی کو پردہ دری ہوگی۔ برادران اسلام! آپ جانتے ہیں
کہ یہ معمولی لغزش جسے حرف خوان طالب علم سنکر انگشت بدہان ہو ایک غیر معمولی انسان سے
کیوں واقع ہوئی اور اُس کے علمی عزت کے تاج کو ایک دم میں مذلت کی خاک میں کس لئے
اوندھا کر دیا گیا اس کا جواب ایک لفظ میں ادا ہو سکتا ہے وہ کیا! اہل اللہ کی مخالفت مولانا
رومی نے کیا اچھا کہا ہے ؎ گر خدا خواہد کہ پردہ کس درد میلش اندر طعنۂ پاکاں برد۔ من
عادلی ولیًّا فاذنتہٗ بالحرب۔ حدیث قدسی ہے۔ امام بخاری نے اپنے جامع
صحیح میں اسکو لکھا ہے۔ یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ جو کوئی میرے دوست وولی
سے عداوت رکھتا ہے اور رات دن قلمی ولسانی ایذا کے درپے ہے۔ تو میں اسکو
اپنی ذات پاک کے ساتھہ لڑائی کی اجازت دیتا ہوں اسکو کہو کہ میری لڑائی کے لئے
تیار ہو جائے اعاذنا اللہ من عداوت اولیاء اللہ ابھی کیا ہوا ہے جس قدر
عداوت وحق پوشی بڑہتی جائے گی حجاب پڑتا جائیگا آخر خلیفۃ اللہ ولی اللہ کی مخالفت
فاسق بناکر دنیا سے بے ایمان اُٹھائے گی دیکھو خلافت کی آیت کو۔ فضل الٰہی کو معطل
سمجھنا اور اُسکی وقعت نہ کرنا کیا آسان امر ہے۔

سوال ششم۔ مسیح موعود ومہدی ایک شخص نہیں ہو سکتا حدیث صلوٰۃ الفجر
والعصر بعد نزول عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھو۔

جواب۔ ہم پہلے لکھہ چکے ہیں کہ مہدی کے جملہ احادیث اس قابل نہیں ہیں کہ
اعتقادات میں تمسک ہو سکیں کوئی حدیث بلحاظ جرح وتعدیل محدثین وضع وضعف سے
خالی نہیں۔ معترض کو چاہیئے کہ اس حدیث کو بھی زیر مطالعہ رکھے لا المہدی الا
عیسیٰ ابن مریم رواہ ابن ماجہ والحاکم۔ یعنی عیسیٰ ابن مریم ہی مہدی وقت
ہیں ان کے سوا اور کوئی دوسرا مہدی موعود نہیں ہے ایک شخص کا دو صفت سے متصف
ہونا نہ عقلاً ممنوع ہے نہ شرعاً۔ اس باب میں کچھہ تفصیل کا ارادہ تہا مگر میرے مکرم مخدوم
مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کے بے نظیر رسالہ نے جو قریب میں شایع ہونیوالا ہے
اُس سے فارغ کر دیا ہے۔

سوال ہفتم۔ مثیل مسیح کا ثبوت آیت قرآن وحدیث سے دو۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض اوہنا آپکی اہانت لازم آتی ہے نعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا حضرت عیسیٰ کے ابن اللہ اور معبود ہونیکا بطلال چونکہ قرآن مجید میں موجود ہے اس لئے آنحضرت نے ان دو سوالوں کے جواب کی طرف توجہ فرمائی۔ اور صعود الی السماء کا ذکر عیسیٰ قران میں نہ تہا اس لئے اس کی جوابدہی سے سکوت فرمایا۔ اور یہ عین مدعا ہمارا ہی۔ ع عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد۔

سوال سیزدھم - تیس ۳۰ دجال قرار دیتے ہیں مطابق حدیث کے۔

جواب - بلا شک دجالین ثلاثین کا ذکر کتب حدیث میں موجود ہے بقول مشہور لکلِ فرعونٍ موسیٰ ولکل دجالٍ عیسیٰ ہر دجال کے زمانہ میں عیسیٰ وقت مبعوث ہوتا رہا ہے اور اس صدی کا دجال چونکہ دجال اکبر ہے جس کے دجل سے قریب ہی کہ آسمان پھٹ جائے اور پہاڑ پرزہ پرزہ ہوکر اڑ جائیں وہ کیا ایک مخلوق ہالکۃ الذات باطلۃ الحقیقت کو خدا و ابن خدا کہتا جو مہینوں حیض کا خون کہاکہا کر پیشاب کی راہ سے نکلا ہو اور ساری عمر مصیبتوں اور دکھوں میں کاٹکر بڑی مایوسی کے ساتھ جان دی ہو۔ اسواسطے ضروری تہا کہ اس وقت کا عیسیٰ ضرورت کے لحاظ سے نہایت کامل اور باشان رفیع مبعوث ہوتا۔ کیونکہ جسقدر مرض زیادہ مہلک ہوتا ہی اسی قدر حکیم حاذق کی تلاش و ضرورت زیادہ پڑتی ہے۔ وہ کونسا حکیم امت طبیب روحانی مسیح موعود امام زمان مرزا غلام احمد صاحب قادیانی۔

سوال چہاردھم - عزیر علیہ السلام ایک سو بیس ۱۲۰ برس کے بعد زندہ ہوئے پھر آسمان سے عیسیٰ علیہ السلام کیوں نہ آئیں گے۔

جواب - آیۃ فاماتہ اللہ مائۃ عام ثم بعثہ سے صرف سو برس کی اماتت ہی نہیں معلوم کہ بیس برس کا اضافہ معترض نے کہاں سے تراش کرلیا ہی۔ چونکہ رجوع موتی الی الدنیا اکثر آیات قرآنی اور صحیح حدیثوں کا مخالف اور شبانروزی مشاہدہ کے برعکس ہے اور مولیٰ کریم نے اپنی کتاب قدیم میں متعدد مقاموں پر میت کے دوبارہ دنیا میں آنیکو صراحت کے ساتھ منع فرمایا ہے اس لئے یہاں موت بمعنی غشی و بیہوشی ہے۔ تاکہ فرقانی آیات میں مخالفت لازم نہ آوے۔ جو قطعًا مذموم ہے اور نیز موت بمعنی غشی کتب لغت میں متعارف و شائع ہے اور ہم نے اس بحث کو کسیقدر طوالت کے ساتھ پہلے ہی لکھا ہے +

سخت ناشکری ہوگی کہ ایسی قابل قدر کار روائیوں سے نظر انداز کی جائے۔

اس سے بڑھ کر کیا قرآن دان ہو گا کہ قرآن مجید کو دعوے کے موافق تمام مسائل و احکام خواہ بڑے ہوں یا چھوٹے اسی قرآن سے بتلا رہا ہے۔ اور دعوے کے ساتھ اشتہار پر اشتہار دے رہا ہے۔ تم میں سے کوئی ہے کہ ایسے ہی کسی اور انسان کامل عارف قرآن کا نشان دے سکے ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ اتنا بڑا عارف قرآن حقایق و معارف دان نہ کوئی پہلے گذرا ہے۔ اور نہ آئیگا۔ ذالك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم ٥

سوال دھم ۔ مولوی فیروز الدین کی ایک سو بیس[۱۲۰] تفسیر کے دیکھنے کی کیا دلیل اور ایک سو بیس تفسیر کہاں ہیں نام درج کریں۔

جواب ۔ المرء یقیس علی نفسہ اپنے محدود علم پر دوسروں کو قیاس کرنا جہالت واہی ہے۔ معترض سے دریافت کرو کہ اگر تفاسیر مذکورہ کا نشان دیا جائے تو وفات عیسیٰ کے قایل ہو کر حضرت محمد مسیح موعود کی مخالفت سے توبہ کرے گا۔ ایک مجلس عام میں اُس سے تحریری اقرار لیا جائے۔

سوال یازدھم ۔ حاکم و طبرانی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے واسطے سندان و مطرقہ وغیرہ آسمان سے اُترے تھے

جواب ۔ یہ روایت بشرط صحت ہمیں نہ مفید ہے نہ مضر۔ اس لئے کہ انزلنا الحديد فيه باس شديد ومنافع للناس الایۃ میں خداوند عالم جس لوہے کے نزول کا احسان اپنے بندوں پر جتلاتا ہے وہ منافع للناس ہے اُسکے نزول کو آسمان سے ثابت کیجئے۔ کیا یہ بات عقل میں ایک لحظہ کے لئے آسکتی ہے کہ جسقدر عمارات اور اوزار لوہے کے بنے ہیں اور جس قدر تاتکجہال میں بحکم الہی مضمر ہیں سب اسی سندان مطرقہ کے فرزند دیادگار ہیں

سوال دوازدھم ۔ یہودیوں کے تین سوالوں کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو سوالوں کا جواب (عیسیٰ علیہ السلام کے ابن اللہ اور معبود ہونے کا) دیا۔ صعود الی السماء کا کیوں نہیں دیا۔ کیا کہانی پہلی بجھانی آئے تھے۔

جواب ۔ لاحول ولا قوة الا بالله۔ عجب بیہودہ سوال و تقریر ہے جس سے

اربابِ بصیرت کی باانصاف وبابرکت خدمت میں پیش کرتا ہوں وبہ نستعین۔ پہلا باب صلوٰۃ وسلام کے بیان میں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے۔ ولنبلونکم بشیءٍ من الخوف والجوع ونقصٍ من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصابرین الذین اذا اصابتہم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون ۵ اولئک علیہم صلوات من ربہم ورحمۃ واولئک ھم المھتدون - اور البتہ ہم تمکو تھوڑے سے خوف اور بھوک سے اور مال اور جان سے اور پیداوار اراضی کی کمی سے آزمائیں گے اور اے پیغمبر صبر کرنے والوں کو خوشنودی خدا اور کشادگی کی خوش خبری سنا دو یہ لوگ جب ان پر مصیبت آپڑتی ہے - تو بول اُٹھتے ہیں کہ ہم تو اللہ ہی کے ہیں اور ہم اُسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں یہی لوگ ہیں جنپر انکے پروردگار کے درود و رحمت ہے - اور یہی لوگ راہ راست پر ہیں فرقان حمید کی اس آیت میں صاف و واضح فیصلہ ہے کہ صلوٰۃ کا استعمال غیر انبیاء و ملائکہ پر بلا شک وشبہہ جائز ہے جاننا چاہیئے کہ صبر تین قسم کا ہوتا ہے پہلا آفتوں ومصیبتوں پر صبر۔ دوسرا ترک معصیت پر صبر۔ تیسرا عبادت کی مداومت پر صبر جب صرف آفات وبلیات سماوی پر صبر کرنے والا صلوٰۃ اللہ علیہ کا مصداق اس آیت کریمہ کے رو سے ہوسکتا ہے تو جو شخص اقسام ثلثہ صبر کا جامع ہو تو وہ بلا ارتیاب بدرجہ اولیٰ عقل وسلیم کے پاس اس باشان خطاب کا مورد و مستحق تسلیم کیا جائے گا ونیز اس آیتہ میں صاف اشارہ ہے کہ بلا اتباع صلواۃ اللہ وسلام علی المتقین الصابرین کہنا روا ہے کوئی محظور شرعی لازم نہیں آتا اس لئے کہ صلوٰۃ وسلام مترادف وہم معنی ہیں بعض کہتے ہیں سلام عام ہے جسکا اطلاق انبیا غیر انبیاء و ملائکہ سب پر جائز ہے ابتک ہم کو اس کی تعمیم اور صلواۃ کی تخصیص کا کہیں نشان نہیں ملا اور جس طرح یہ آیت اطلاق رحمت کی تعمیم چاہتی ہے اسی طرح صلوٰۃ کی عمومیت پر بھی قطعیۃ الدلالت ہے اور رحمت کو عام اور صلوٰۃ کو خاص کرنا تخصیص بلا مخصص و ترجیح بلا مرجح ہے اس لئے کہ صلوٰۃ بمعنے رحمت ومغفرت ہے اور لفظ رحمت میں کوئی امتیازی فرق معلوم نہیں ہوتا کہ غیر انبیا میں صلوٰۃ کے استعمال سے کسی معصیت کا ارتکاب لازم آوے معصیت کیونکر ہو سکتی ہے جب کہ پروردگار عالم نے مومن صابر غیر نبی پر صراحت کے ساتھ صلوٰۃ کا استعمال اپنے کلام پاک میں فرمایا ہو

سوال - صابروں پر صلوٰۃ کے استعمال سے لازم نہیں آتا کہ دوسرے بھی اس میں شریک کر دئے جائیں اور اُن پر صلوٰۃ اللہ علیہ یا صلی اللہ علیہ بولا جائے -

والسلام

الدلیل المحکم

حصہ سوم

رب یسر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لِلّٰہِ الْحَمْدُ وَالثَّنَآءُ الَّذِیْ کَشَفَ عَنْ اَذْھَانِنَا الْغِطَا وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ خَاتَمِ الْاَنْبِیَآءِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ النُّجَبَآءِ الْاَتْقِیَا - اَمَّا بَعْدُ - بندۂ عاجز اثیم سید عبدالرحیم کٹکی دریاپوری عرض کرتا ہے کہ چند روز سے میں اپنی آنکھوں سے دیکھتا اور کانوں سے سنتا ہوں کہ انبیاء و ملائکہ کے غیر پر علیہ الصلوٰۃ والسلام یا علیہ السلام کا لفظ استعمال ہو رہا ہے - خصوصًا وہ فضلا جنکے علم و فضل کا مجھے کیا بلکہ ایک عالم کو یقین کامل ہے اپنی اپنی تحریروں تقریروں میں صحابہ کرام و مجدد صدی چہاردہم امام وقت مسیح موعود حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے نام کے ساتھ علیہ الصلوٰۃ والسلام یا علیہ السلام لکھا کرتے ہیں چونکہ مجھے بچپن سے مدرسہ میں یہ تعلیم دی گئی تہی کہ یہ لفظ سوائے انبیاء و ملائکہ کے دوسروں کے حق میں گو وہ صحابہ ہی سہی مکروہ ہے جیسا کہ غیر صحابہ کو اگرچہ وہ تابعین کیوں نہوں رضی اللہ عنہم کہنا - اس لئے پہلے پہل اسکی سماعت سے ایک قسم کا قبض طاری رہا کرتا تہا مگر اس کے ساتھ اسکی ماخذ کی جستجو بہی ساتھ ساتھ رہے - و نیز حسن ظن بالمسلم یہ یقین دلاتا تہا کہ کوئی نہ کوئی دلیل قوی اس کے لئے ضرور ہوگی - اور اس امر کا بہی تیقن تہا کہ جسطرح وفات مسیح ابن مریم صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ دیگر مسائل میں بہت سے رسائل یا دلائل شایع ہوچکے ہیں جنکے تسلیم کے لئے حق پسند راستبازوں کی گردنیں بے اختیار جہک گئیں - اسیطرح انہیں فاضلوں قرآنی عارفوں میں سے کسی کا مطول نہیں تو چہوٹا سا ہی رسالہ راستے کے بہولوں اور حق کے پیاسوں کے واسطے ضرور شائع ہوا ہوگا لیکن بعد مسافت کے سبب آج نویں صفر ۱۳۱۸؁ تیرہ سو آٹھارہ ہجری تک ایک پرچہ بہی اس بارہ میں میری نظر سے نہیں گذرا اور مخالفین کے مطاعن روز بروز بڑہنے لگے - لہذا متوکلا علی اللہ اس سلسلہ عالیہ کی تائید میں یہ مختصر چند سطری رسالہ جسکا نام **حقیقت صلوٰۃ و سلام بر غیر انبیائے کرام** ہے

کہ آیات و احکام الٰہی کے یقین کرنے والے سلام اللہ علیہم اجمعین کہلانے کے سزاوار ہیں
اس میں ایک حرف بھی ایسا نہیں ہے کہ اُنکو رحمت و سلام کے مصداق ہونے سے روکے جب
نفس ایمان بآیاتِ اللہ انسان کو سلامت الٰہی کی خوشخبری دے تو جو لوگ ایمان کے ساتھ
عمل صالح بجا لاتے ہیں تو وہ کسطرح اس عزت کے خطاب سے محروم رکھے جائیں گے وہ تو بدرجۂ اولیٰ
بلا اتباع علیہم السلام کہلائے جانے کے مستحق ہیں۔
قال اللہ تعالیٰ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ راہ راست کی پیروی کرنے والے پر
اللہ کی رحمت اور سلامتی ہوئی۔ یہ آیت بلا تخصیص راستی و ہدایت کے پیرو پر سلام بھیجنے
اور علیہ السلام کہنے کی اجازت دیتی ہے اور اسکی تعمیم انبیاء و غیر انبیاء سب کو رحمت الٰہی کے
شمول کی بشارت دے رہی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ قل الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ
الذین اصطفیٰ۔ خدا کو شکر ہے اور ان بندگان خدا کو سلام ہے جنکو اُس نے برگزیدہ کیا
جسطرح یہ آیت انبیاء و ملائکہ پر صلوٰۃ و سلام بھیجنے کی مخبر ہے اسطرح عباد صالحین (علمائے
و شہدائے و اولیاء و صدیقین) پر اس لفظ کے استعمال کا فتویٰ دیتی ہے۔ یہ چند دلائل
قرآنیہ ہمارے مدعا کے اثبات میں قطعیۃ الدلالت و نص محکم ہونے کے سبب اب ہم کو کسی
دوسرے اقوال موافق و مخالف کے فراہم کرنیکی چنداں ضرورت نظر نہیں آتی لیکن ان آیات
بینات کی تائید میں چند صحیح حدیثوں کا اندراج غالباً مناسب مقام معلوم ہوتا ہے اور ان
دو منور شمس و قمر کا اطلاع یقیناً یقیناً بہت سے حجاب کا محرق اور بہت سے ظلمات کا مفرق
ہوگا۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من صلّی علیّ صلوٰۃً صلی اللہ علیہ
بہا عشرا رواہ مسلم فی صحیحہ وقال صلی اللہ علیہ وسلم من صلی
علیّ واحدۃً فصلی اللہ علیہ عشرا اوردہ مسلم ایضاً فی صحیحہ کذا
فی الاذکار للنووی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی ایک بار مجھ پر درود
بھیجتا ہے تو خدائے تعالیٰ اُس پر دس بار درود بھیجتا ہے۔ جائے غور ہے کہ جب ایک مسلمان
ایک امر مستحب (درود شریف) کے ایک وقت بجا لانے سے اللہ جل شانہ دس بار
اس پر درود بھیجتا ہے اور وہ اس قابل ہو جائے کہ کہا جائے تو ایک متقی جو شب و روز
فرائض و سنن و مستحبات کی بجا آوری میں سرگرم ہے اسکے حق میں خواہ زندہ ہو خواہ مردہ
اس جملہ کے استعمال کو ناروا سمجھنا واللہ حقیقت میں انصاف کا خون کرنا ہے رحمۃ للعالمین

جیسے ایمان کی مختلف شاخوں میں سے صبر علی المصیبت ایک خوبصورت شاخ ہے جب ایک مومن کا عامل صلوۃ اللہ کا مورد ہو تو جو شخص تمام امر حسنہ اور جملہ مختلف شاخوں یا اکثر یا بعض شاخوں کی من کل الوجوہ رعایت کرتا ہے اگر اسکے حق میں صلوۃ اللہ و سلام اللہ علیہ و صلی اللہ علیہ وسلم کہیں تو ہرگز بیجا و بے محل نہ ہوگا۔

جواب دوم - رحمت الہی چونکہ نہایت وسیع ہے اگر ایک نیک عمل پر جو اعمال حسنہ کا ایک فرد ہی اسکے عامل و پابند کو اپنے اندر جگہ دے تو کیا دوسرے اعمال صالح کو اسپر قیاس کرکے رحمت کے وسیع مکانوں میں پناہ دینے کی کوشش عبث ہو سکتی ہے ہرگز نہیں بلکہ میرے نزدیک رحمت الہی کے دائرہ کو تنگ کرنا اور اسکی بعض بندہ مومن کو اسکی اندر داخل ہونے سے روکنا سراسر معصیت ہے اور صلوۃ و رحمت جو بالمعنی مترادف ہیں ایک کو عام مسلموں کے حق میں جائز اور دوسرے کو بلا وجہ ممنوع رکھنے کے لئے ایک فارق بین چاہیئے وہو المفقود بلکہ آیت کریمہ بس پر صاف دلالت کرتی ہے کہ جو صلوۃ کا مورد ہو سکتا ہے وہ رحمت کا بھی مصداق ہو سکتا ہے اور ایسا ہی بالعکس - جیسا کہ دوسرے مقام پر فرماتا ہے۔ **وصل علیہم ان صلواتک سکن لہم واللہ سمیع علیم** اے پیغمبر تم انپر رحمت و دعائے خیر کرو کیونکہ تمہاری دعا انکی تسکین کی موجب ہے اور اللہ سب کچھ سنتا اور سب کچھ جانتا ہے - اس آیت میں اشارہ ہے کہ صلوۃ اللہ کے برابر صلوۃ الرسول بھی غیر انبیا پر جائز ہے - جب اللہ اور اس کا رسول متقی مومن پر صلوۃ و سلام بھیجنے سے دریغ نہیں فرماتے تو وہ کون ہے کہ اس لفظ کے استعمال کو انبیاء و ملائکہ پر مخصوص کرے اور من عند نفس صلوۃ اللہ و سلام اللہ کے استعمال کو مومن کامل کے لئے جسمیں صحابہ و تابعین و تبع تابعین ومن بعدہم الی یوم الدین داخل ہیں حرام و مکروہ ٹھہرائے اور ہم نصوص صریحہ کی مخالفت کرکر اسکی بات کو مان لیں۔ **واذا جاءک الذین یومنون بایتنا فقل سلام علیکم کتب ربکم علی نفسہ الرحمۃ انہ من عمل منکم سوءً بجہالۃ ثم تاب من بعدہ واصلح فانہ غفور الرحیم** اے محمد صلعم جو لوگ ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں اگر تمہارے پاس آیا کریں تو تم انکی دلدہی کرو اور کہو کہ خدا کیطرف سے تم کو سلامتی کی خوشخبری ہو اور تمہارے پروردگار نے بندوں پر مہربانی کرنا از خود اپنے پر لازم کرلیا ہے کہ جو کوئی تم میں سے نادانستہ کوئی گناہ کر بیٹھے اور پھر کے پیچھے توبہ اور حالت کی اصلاح کرے تو خدا اسکو بخشش دیگا کیونکہ وہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اس آیت کا صاف مطلب یہی ہے

قال صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ وملئکتہ یصلون علی الصف
الاول الحدیث رواہ احمد ھٰکذا فی المشکوٰۃ - فرمایا نبی اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے کہ صف اوّل (کے نمازیوں) پر اللہ اور اسکے فرشتے درود بھیجتے ہیں - اطالت
کے خوف سے ہمنے انہی چند حدیثوں پر اقتصار کیا اور درحقیقت ایک ہی حدیث استنباط
مسئلہ کیواسطے کافی ووافی ہے - ہرگاہ خدا اور رسول خدا کے کلام سے صریح طور پر صحابہ وتابعین
ومن بعدہم الی یوم الدین کے لئے صلوٰۃ وسلام کا اطلاق مستنبط ہوتا ہے تو اسکے خلاف میں
اگر ایک عالم کا اتفاق بھی ہو ہمیں اسکی کچھہ پروا نہیں - اب ہم بلند آواز سے کہتے ہیں کہ حضرت
مرزا غلام احمد صاحب قادیانی جو اوّل درجہ کے متقی اور راستباز اور صابر اور راس چودہویں
صدی کے مجدد اور مامور من اللہ وملہم من اللہ اور بالہام الٰہی مہدی وقت ومسیح موعود اور رسول
کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبشر اور سچے نائب ہیں جنکی صداقت پر اللہ جل شانہ نے بہتسے
نشانات اس وقت تک ظاہر فرمائے اگر ان کے حق میں علیہ الصلوٰۃ والسلام
یا علیہ السلام کہا جائے تو ہرگز ہرگز کوئی شرعی قباحت لازم نہیں آتی -

سوال - اہل سنت وجماعت نے اہل بدعت کے خلاف پر صلوٰۃ وسلام کو انبیا وملائکہ
پر مختص کیا ہے اور اہل بدعت کی مخالفت مامور بہا ہے -

جواب - قرآن وحدیث میں اسکی خصوصیت نہیں پائی جاتی بلکہ اسکی عمومیت بتصریح مفہوم
ہوتی ہے قرآن وحدیث کی اتباع میں اگر اہل بدعت سے موافقت ہو جائے تو کیا کوئی بے جا
بات ہے -

اہل بدعت (معتزلہ وغیرہ) کی مخالفت جو مامور بہا ہے اسکا یہ معنیٰ نہیں کہ ہر امور میں گو وہ خیر
محض ہوں خواہ نخواہ انکی مخالفت کیجائے بلکہ جو امر مباح ہو اور اہل بدعت نے اپنا شعار
ٹھہرا رکھا ہو البتہ اس سے اجتناب اولیٰ ہے اگر رافضی قبلہ کیطرف مونہہ کر کے نماز پڑہنے لگے
تو کیا اسکی مخالفت میں ہمکو قبلہ کیطرف پیٹھ کرنی چاہیئے اور اگر وہ استنجا وآب دست بائیں
ہاتہہ سے کریے تو کیا بدعتی کے خلاف میں ہم دائیں ہاتہہ سے آب دست واستنجا کیا کریں - ہرگز
نہیں -

سوال - نبی وامتی میں باہمی امتیاز وفرق کے لئے صلوٰۃ وسلام کو انبیا علیہم السلام پر مختص
کیا گیا ہے -

کی رحمت عام پر نظر کرو کہ صلوٰۃ کے صلہ میں صلوٰۃ اللہ علیہ کا گراں قدر تمغہ درود خواں کے گلے سے لٹکا دیا اور صلوٰۃ کے اجر میں صلواۃ ہے مرحمت ہوئی۔ فداک ابی وامی یا رسول اللہ۔
عن ابی طلحہ رضؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاء ذات یوم والبشر فی وجہہ فقال انہ جاءنی جبریل فقال ان ربک یقول لی اما یرضیک یا محمد ان لا یصلی علیک احد من امتک الا صلیت علیہ عشراً ولا یسلم علیک احد من امتک الا سلمت علیہ عشراً رواہ النسائی والدارمی - ابو طلحہ صحابی فرماتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوش وخرم باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ ابھی میرے پاس جبرئیل امین آئے اور کہا کہ پروردگار فرماتا ہے کہ اے محمدؐ کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ جو کوئی تمہاری امت میں سے یکبار تم پر درود پڑھے تو میں اسپر دس بار درود پڑھتا ہوں اور اگر تم پر یک بار سلام پڑھتا ہے تو میں دس بار اس پر سلام علیک پڑھتا ہوں اور رحمت نازل کرتا ہوں۔ اس حدیث سے وہ قول التفات کے قابل نہیں رہا جسکو بعض فقہا نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ صلوٰۃ اور سلام کو آنحضرت صلعم کے درود میں جمع کرنا چاہیئے ایک پر اقتصار جائز نہیں۔ انتھی ہاں دونوں کا جمع کرنا بلحاظ نص قرآنی افضل واولیٰ ہے اور نیز میرے نزدیک قرآنی ترتیب کے رو سے صلوٰۃ کی تقدیم سلام پر اصوب ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من مسلم یعود مسلماً غدوۃً الا صلی علیہ سبعون الف ملک حتی یمسی وان عادہ عشیۃً الا صلی علیہ سبعون الف ملک حتی یصبح وکان لہ خریف فی الجنۃ رواہ الترمذی وابوداود۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر صبح کو ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی بیمار پرسی کرتا ہے تو شام تک ستر ہزار فرشتے اس پر درود بھیجتے ہیں اور اسکی مغفرت چاہتے ہیں اور اگر اسکی بیمار پرسی شام کو کرے تو صبح تک ایسا ہی ستر ہزار فرشتے اسپر صلوٰۃ اور آمرزش چاہتے ہیں اور بہشت میں اس کے لئے ایک بستان ہوگا۔
قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی الذین یلون الصفوف الاولی الحدیث رواہ ابوداود۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو لوگ پہلی صف کے متصل ہیں انپر اللہ تعالیٰ اور اسکے فرشتے درود بھیجتے ہیں۔

ساتھ ہے بھلا یہ بھی کوئی دانائی کی بات ہو سکتی ہے کہ پرہیزگاروں کے ساتھ قرب و معیت الٰہی تو ہو مگر اسکی برکتیں اور رحمت اور دعائیں رضوان و رحمت باری عز اسمہ اور اسکی سلام سے محروم رکھے جائیں۔ ھذا قول فاسد لایعبأ بہ۔

واضح ہو کہ علیہ الصلوٰۃ السلام یا علیک الصلوٰۃ والسلام یا رضی اللہ عنہ یا رضوان تعالیٰ علیہم اجمعین یہ تمام جملے دعائیہ ہیں انمیں مرد مسلم یا خدا کے لیے سلامتی و رحمت و خوشنودی حق کی درخواست و طلب ہے پس بلا وجہ وجیہہ ایک جماعت کو مخصوص اور دوسری کو محروم اور اسکے حق میں احسان الٰہی کو دریغ رکھنا میرے نزدیک سراسر معیوب ہے۔

لطیفہ۔ جب یہ لوگ آپس میں ملتے ہیں تو السلام علیکم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ایک دوسرے کو کہا کرتے ہیں۔ اور غائب شخص کے سلام پہونچانے والے کو علیک وعلیہ السلام کہنا انکی یہاں مروج اور اس کے جواز کا فتویٰ انکی فتاویٰ میں موجود و مندرج ہے اور جب نماز سے فارغ ہوتے ہیں تو بھی بہ نیت مصلی السلام علیکم ورحمۃ اللہ کا کہنا انکے پاس واجب اور جب قبروں کی زیارت کو جاتے ہیں تو کہا کرتے ہیں السلام علیکم اہل المومنین الخ لیکن اگر دوسرے مقام میں علیہ السلام کا لفظ کسی کے منہ سے نکل جائے تو سب کے کان کھڑے ہو جاتے ہیں اور اپنے پرائے جس پر وہ مسئلہ کے خلاف بالرغور اسکی قائل پر طعن و لعن کر بیٹھے ہیں۔

سوال۔ مقدمات مذکورہ میں سلام کا استعمال نصوص سے ثابت ہے۔

جواب اول۔ بقول شما پھر خصوصیت نہیں رہی انبیا و غیر انبیا سب شریک ہوگئے۔

جواب دوم۔ جسطرح ان مقاموں میں سلام کا کہنا آیا ہے اسی طرح متقیوں عابدوں کے حق میں اس لفظ اور اسکی مترادف لفظ (صلوٰۃ) کا استعمال متعدد نصوص شرعیہ محکمہ سے ثابت ہے۔ کما مر انفاً ایک پر عمل اور ایک سے گریز انصاف سے بعید ہے۔

سوال۔ اس لفظ کا استعمال خطابات میں صحیح ہے غائبانہ میں جائز نہیں۔

جواب اول۔ ایک کی صحت اور دوسرے کی عدم صحت پر کیا دلیل ہے پیش کرو اگر کہو کہ کاف خطاب اس پر دلالت کرتا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ چونکہ یہ فعل بالمواجہہ ہوا کرتا ہے اس لیے بصیغہ حاضر مستعمل ہوا ورنہ حاضری و غائبی سے سلام کو کیا تعلق دیکھو غائب کے سلام کے جواب میں وعلیہ السلام ہی کہا کرتے ہیں وعلیک السلام نہیں کہتے۔

جواب دوم۔ کتاب و سنت میں جہاں جہاں صلوٰۃ و سلام کسی کے حق میں بولا گیا ہے

جواب - یہ امتیاز کیا قابل قدر اور کافی نہیں ہے کہ وہ رسول اللہ اور پیغمبر ہیں انکی اطاعت
بعینہ خدا کی اطاعت ہے انکی بی بیاں تمام مسلمانوں کی ماں ہیں انپر ایمان لانا اور ان سے
محبت فرائض میں داخل ہے اسکے علاوہ خصائص انبیا اور بہت سے ہیں جنکا ذکر طول چاہتا
ہے بخلاف ما نحن فیہ کہ اسکی خصوصیت و خاصہ انبیا ہونے کا نہ قرآن مجید میں پتہ چلتا ہے اور
نہ احادیث صحیحہ میں اسکا کہیں ذکر ہے بلکہ کتاب سنت میں جملہ مومنین کے واسطے ان دو لفظوں کا
استعمال علی العموم پایا جاتا ہے - قد سبق ذکرہا فتذکر ونیز انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے
ساتھ ابرار و صلحا کا صلوٰۃ وسلام میں شریک رکھنا میری ناقص رائے میں محض مشارکت ظلی ہے جو
رحمت الٰہی انبیا پر نازل ہوا کرتی ہے اور اسبات میں جو خصوصیت انبیاے کرام کو حاصل ہے
اسمیں امتی کی شرکت اگرچہ وہ ولی کامل اور اپنے وقت کا امام کیوں نہ ہو مشارکت ظلی کے سوا
کچھ مجانست نہیں رکھتی البتہ نبیوں کے بعد ہر مومن اس نعمت عظمیٰ سے بقدر مراتب حصہ پاتا
اسکا انکار ہرگز ہو نہیں سکتا اور مجھے اس امر میں کامل بصیرت ہے کہ انبیا و صحابہ کرام کے بعد
اس نعمت و رحمت سے امتیوں میں وہی شخص کامل حصہ پانے کا مستحق ہے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کا مبشر ہو جسکی صداقت پر حسب بشارت نبوی چاند سورج نے ماہ رمضان میں
گرہن ہوکر گواہی دی ہو اور مخبر صادق علیہ السلام کی متعدد پیشگوئیاں اسکے حق میں پوری
ہوئی ہوں سرور عالم اور فخر نبی آدم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو سلام کہا ہو ہو الامام
**الہمام المسیح الموعود والمہدی المسعود العالم الربانی المرزا غلام احمد
القادیانی** - یاد رہے کہ جسطرح انبیا علیہم السلام کے ساتھ تمام مسلمان بشریت و عبدیت
و مومنیت میں شرکت رکھتے ہیں اسی طرح صلوٰۃ وسلام میں انکے ساتھ شریک ہیں مگر وہ حضرات
بشریت و عبدیت و مومنیت و صلوٰۃ و سلام الٰہی میں کامل بالکل ہیں اور یہ لوگ ناقص ان میں
اور انمیں زمین و آسمان کا تفاوت ہے **تنبیہ** - ہم یہ نہیں کہتے کہ صلوٰۃ و سلام کے
خطاب سے انبیا علیہم السلام پکارے نہیں گئے بلکہ وہ تو ہر مومن کی سروری کی حیثیت سے عام
مومنین کے خطاب میں شرکت تامہ رکھنے کے باوجود خصوصیت کے ساتھ اس معزز لقب کر
ممتاز ہوئے ہیں مگر بحث تو اسمیں ہے کہ مومنین کاملین (اولیا شہدا و صلحا و علما)
اس احسان الٰہی سے بالتخصیص و استثنا کیوں علحدہ و محروم کئے جاتے ہیں - قرآن شریف سے
یہ بات ثابت ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی قربت و معیت و رحمت متقیوں نیکو کاروں صابروں کو

فضائل دنیا میں رضی اللہ عنہ یا رضوان اللہ علیہ اسکے حق میں کہنا جائز نہیں ایسے کامل پر رضی اللہ عنہ کہنے والا خاطی و عاصی ہے۔ یاد رکھو کہ قائم غیبی، ور دخول جنت رضائے مولیٰ پر موقوف ہیں جب تک رضوان اللہ عنہم ثابت نہ ہوے یہ چیزیں بندوں کو کسی طرح مل نہیں سکتیں۔ حیرت ہے کہ قرآن شریف میں اس لفظ کو صحابہ کرام کے واسطے کہیں خاص نہیں فرمایا بلکہ اسکی تعمیم متعدد مقاموں پر بالصراحت نظر آتی ہے مگر پھر بھی ناحق اس لفظ کے استعمال کو ایک ہی گروہ (صحابہ کرام) پر خصوصیت کے ساتھ زور دیا جارہا ہے اس بات میں اتباع سلف کے سوا کوئی دلیل منکرین و مقیدین کے ہاتھ میں نہیں ہے طرفہ یہ ہے کہ یہی لفظ صحابہ و غیر صحابہ کے حق میں کتاب عزیز میں استعمال کیا گیا ہے مگر اب تک ہمیں نہیں معلوم ہوا کہ اس اغماض کی کیا وجہ ہے شاید وہی امتیاز و فرق کا سبب ہوگا جسکا جواب صلوٰۃ و سلام کے اختصاص میں دیا گیا ہے۔ یا محض سلف کی اتباع !!! گو یہی ایک آیت اثبات مدعا میں بس ہے مگر مزید اطمینان کے لئے ہم اور چند آیات استدلالاً پیش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ شانہ فرماتا ہے ان الذین امنوا وعملوا الصّٰلحٰت اولٰئک ھم خیر البریۃ جزاؤھم عند ربھم جنّٰت عدنٍ تجری من تحتھا الانھار خالدین فیھا ابداً رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ ذالک لمن خشی ربہ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل بھی کئے یہی لوگ بہترین خلائق ہیں۔ کہ انکا بدلہ انکے رب کے ہاں رہنے کے باغ بہشت ہیں جنکے تلے نہریں پڑی بہ رہی ہیں اور وہ انمیں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اللہ ان سے خوش اور یہ اس سے خوش یہ اجر اور رضوان اسکے لئے ہے جو اپنے پروردگار سے ڈرتا ہے اس آیت کا صاف منشا یہی ہے کہ جو مسلمان شرعی احکام کی پابندی کے ساتھ اسکے دل میں خوف خدا ہو تو وہ علیہ رضوان اللہ کہلائے جانے کا استحقاق رکھتا ہے ایسے مرد پر خواہ زندہ ہو یا مردہ صحابہ ہوں یا غیر صحابہ رضی اللہ عنہ کہنے سے کسی جرم کا ارتکاب لازم نہیں آتا۔ نہایت ہی حیرت انگیز بات ہے کہ ایک شخص ایمان و تقویٰ کے سبب رب العزت کے دربار سے خیر البریہ کا خطاب پاوے اور مرتے ہی بہشت بریں کا وارث بھی بنے مگر اسکی زندگی و بعد مرگ اسکے حق میں اس لفظ کے کہنے سے کہ اللہ اس سے راضی رہے سخت رکاوٹ پیدا ہو جاوے اور یہ بھی اسکے ساتھ اعتقاد رہے کہ اس شخص پر رضی اللہ عنہ (اللہ اس سے راضی ہے) کہنا گناہ ہے ابتک اس لفظ کے اطلاق کی علیت اسمیں نہیں پائی جاتی !!!

وہ علی العموم غائب ہیں ایک جگہ بھی حاضر میرے ذہن میں مستحضر نہیں ہے - اور اگر بالفرض کہیں مخالف کے حق میں مستعمل ہوا ہے تو اس سے ہمارا کچھہ حرج بھی نہیں اس لئے کہ ہم تو غائب و حاضر زندہ و مردہ سب کے لئے بشرطیکہ مومن کامل ہو اس خطاب سے یاد کرنے اور دعا کرنے کے لئے ہر وقت طیار ہیں +

دوسرا باب ترضی میں

(رضی اللہ عنہ کہنے کے بیان میں)

علما کی ایک جماعت نے رضوان کے اطلاق کو بھی صحابہ کرام پر مختص کیا ہے -

لیکن فی الواقع یہ لفظ بھی عمومیت کا مقتضی ہے - قال اللہ تعالیٰ لا تجد قوما یومنون باللہ والیوم الاخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا اباءھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم - اولئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ ویدخلھم جنات تجری من تحتھا الانھار خالدین فیھا رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ اولئک حزب اللہ الا ان حزب اللہ ھم المفلحون ٥ اے پیغمبر جو لوگ اللہ اور آخرت کا یقین رکھتے ہیں انکو تو تم نہ دیکھوگے کہ خدا اور اسکے رسول کے مخالفوں کے ساتھہ دوستی رکھیں گو وہ انکے باپ یا انکے بیٹے یا انکے بھائی یا انکے کنبے ہی کے کیوں نہوں - یہی وہ پکے مسلمان ہیں جنکے دلوں کے اندر خدا نے ایمان کا نقش کردیا ہے اور اپنے فیضان غیبی سے انکی تائید کی ہے اور وہ انکو بہشت کے ایسے باغوں میں لے جا داخل کرے گا جنکے تلے نہریں پڑی بہ رہی ہونگی اور وہ ہمیشہ ہمیشہ انہیں میں رہیں گے - خدا ان سے خوش اور وہ خدا سے خوش - یہ خدائی گروہ ہے سنو جی خدائی گروہ ہی (آخر کار) فلاح پاے گا - اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مومن کے لئے رضی اللہ عنہ کا لفظ بولنا خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ بلا وسواس جائز ہے - منصف طبیعت اس بات کو کیونکر پسند کرسکتی ہے کہ ایک انسان ایمان میں ایسا کامل ہو کہ خدا و رسول کے مخالفوں کا مخالف رہے اگرچہ وہ اسکی قرابت دار ہی کیوں نہوں - اور ایمان کا نقش اسکے دلمیں قائم ہو اور غیبی تائید اسکے ساتھہ ساتھہ رہے اور وہ خدائی گروہ میں سے کہلاوے اور بعد مرگ بہشت کا حقدار قرار پاوے اور رضوان الہی اسکے شامل حال رہے مگر بایں ہمہ

سوال - یہ آیت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے شان میں نازل ہوئی ہے پس رضوان اللہ انپر مختص ہونا چاہیئے۔

جواب - صیغہ عام ہے خصوصیت کی بو تک نہیں پائی جاتی اور اصول کا قاعدہ ہے الاعتبار بعموم اللفظ لا بخصوص السبب - یعنی عموم الفاظ کا اعتبار ہے سبب کی خصوصیت کا کچھ اعتبار نہیں ہے اور قرآن مجید اس تخصیص سے بھرا پڑا ہے کوئی ایک آیت بھی ایسی نہیں ہے جو بلا سبب نازل ہوئی اگر عموم اللفظ سے نظر انداز کیجائے - اور خصوص سبب پیش نظر رہے - تو یاد رکھو کہ پانچسو آیات سے اوپر جو اوامر و نواہی پر مشتمل ہیں - آج ان میں سے اکثر واجب التعمیل ہو نہیں سکتیں - بفرض محال اگر حضرت ابوبکر پر رضی اللہ عنہ کا کہنا اختصاص پائے تو کسی طرح دوسرے صحابہ اسمیں شریک نہیں ہوسکتے - اور یہ معترض کے مذہب کے خلاف ہے۔

سوال - آیت لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ صحابہ کرام پر مخصوص ہے۔

جواب اول - خصوصیت کے لئے ایک حرف بھی نہیں ہے بقول شما اگر تخصیص ہے تو مبایعین تحت شجرہ کے لئے ہے اور جو صحابہ اس بیعت کیوقت غیر حاضر تھے وہ بھی اس سے خارج ہیں اور یہ امر آپکے خلاف منشا ہے۔

جواب دوم - جسطرح خداوند عالم نے آیت میں مبایعین تحت شجرہ کے حق میں رضی اللہ عنہم فرماکر بین الاقران والاماثل اُنہیں عزت بخشی - اسی طرح دوسری آیتوں میں باخدا متقی خدا سے ڈرنے والے مسلمانوں کے حق میں بعینہ اسی لفظ کو بیان فرماکر ثابت کردیا کہ رضوان اللہ میں کوئی خصوصیت نہیں ہے ہماری رحمت و رضا قرون اولی کے مسلمانوں سے لیکر الی یوم القیامتہ تمام متقی بندوں پر علی العموم ہے۵ - قال اللہ تعالیٰ والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان رضی اللہ عنہم ورضوا عنه واعد لهم جنات تجری تحتها الانهار خالدين فيها ابدا ذالك الفوز العظيم ٥ مہاجرین اور انصار میں سے جن لوگوں نے (اسلام کے قبول کرنے میں) سبقت کی اور سب کے پہلے ایمان لائے وغیرہ وہ لوگ جو انکے بعد خلوص دل سے داخل ایمان ہوئے خدا اُن سے خوش اور وہ خدا سے خوش اور اُنکے لئے بہشت میں ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں جنکے تلے نہریں بڑی بہ رہی ہونگی اور وہ انمیں سدا ہمیشہ رہیں گے اور یہی بڑی کامیابی ہے - خداوند تعالیٰ نے اس مقام پر

۵ - دیکھو مذکورالصدر کی پہلی دو آیتوں اور مابعد کی آیت کو - منہ

اور حال یہ ہے کہ جب تک کسی کو رضائے مولیٰ حاصل نہ ہو وہ نہ خیر البریہ کہلا سکتا ہے اور نہ جنت کی بشارت اسکو نصیب ہو سکتی ہے۔ یہ کیسی بے فہمی بلکہ ہٹ دھرمی ہے کہ جس کے بارہ میں اللہ جلشانہ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ فرمائے یہ متعصب لوگ اس لفظ کے استعمال کو اُسکے حق میں ناجائز و مکروہ سمجھتے ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ وما اعجلک عن قومک یا موسیٰ قال ھم اولاء علیٰ اثری وعجلت الیک رب لترضیٰ ٥ اور جب تم توریت لینے آگے بڑھ آئے تو ہمنے پوچھا کہ اے موسیٰ تم جلدی کرکے اپنی قوم سے کیسی آگے آگئے۔ عرض کیا وہ بھی میرے پیچھے ہی پیچھے چلے آ رہے ہیں اور اے میرے پروردگار میں جلدی کرکے تیری طرف اس لئے بڑھ آیا ہوں کہ تو مجھ سے خوش ہو۔ مالک حقیقی کیطرف بڑھنا اور جس میں اسکی خوشنودی ہو اسکو بطیب خاطر عجلت کے ساتھ بجالانا انسان کو خاصان خدا کے زمرہ میں داخل کرکے اس قابل کر دیتا ہے کہ اس پر خواہ زندہ ہو یا مردہ کہا جاوے۔ رضی اللہ عنہ۔ یہ وسوسہ کسی کے حاشیہ خیال میں آ نہیں سکتا کہ یہ مسارعت الی الخیر و مبادرت الی اللہ جسکو رضوان اللہ لازم غیر منفک پڑا ہوا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر مختص تھی اس لئے کہ انبیائے کرام کی بعثت محض اسی لئے ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے اقوال افعال سے بندگان خدا کو اسکی طرف دوڑنے اور اسکی رضا حاصل کرنے کی تعلیم دیا کریں۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ سرعت اور یہ غرض بھی درحقیقت امتیوں کو رضائے مولیٰ کی قولی و فعلی تعلیم ہے اس آیت سے یہ بھی مستنبط ہوتا ہے کہ انبیا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کہنا جائز ہے قال اللہ تعالیٰ وسیجنبھا الاتقی الذی یوتی مالہ یتزکیٰ ٥ وما لاحد عندہ من نعمۃ تجزیٰ الا ابتغاء وجہ ربہ الاعلیٰ ولسوف یرضیٰ ٥ اور جو بڑا پرہیزگار ہے وہ اس آگ سے دور ہی دور رکھا جائیگا وہ ایسا دل کا سخی ہے کہ اپنا مال راہ خدا میں دیتا ہے تاکہ اسکا نفس بخل کے عیب سے پاک ہو اور کسی کا اس پر کوئی احسان نہیں کہ اس دینے سے بدلہ اُتارنا مقصود ہے اسکو تو صرف اپنے پروردگار عالی شان کی رضا جوئی منظور ہے اور بس اور خدا بھی اس سے ضرور راضی ہوگا۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اتقاء و ابتغاء وجہ اللہ اور سخاوت کے بعد بلاشبہ مرد مسلمان کو رضوان اللہ نصیب ہو جاتا ہے اسکی اس صلاحیت کو دیکھکر دوسرے مسلمانوں کے دل میں بے خواستہ آتا ہے کہ اسکے ساتھ رضی اللہ عنہ زبان سے کہیں اور قلم سے لکھیں۔

مہاجرین و انصار کے ساتھ تابعین و تبع تابعین بلکہ جو لوگ قیامت تک اسلام میں داخل ہوکر نیک عمل بجا لائیں گے ان سب کو رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کے بزرگ خطاب سے بلا امتیاز احدی سرفراز فرمایا۔ ذالك فضل الله على عباده الصالحين۔

سوال ۔ اس آیت سے تابعین و من بعدھم الی یوم الدین کی شرکت رضوان اللہ میں باتباع صحابہ ہے۔

جواب ۔ ہرگز نہیں ۔ رحمت الہی نے امت محمدؐ میں سے جن لوگوں کو ممیز فرمایا وہ سب کے سب اس آیت میں جمع کر دئے گئے ہیں جس پر واو حرف عطف دلالت کرتا ہے جو جمع کے لئے مخصوص ہے کیا اس آیت میں کوئی جملہ یا کوئی لفظ ایسا ہی ہے جس سے آپ اپنا مدعا ثابت کر سکیں ہرگز نہیں قال تعالیٰ شانہٗ وجل برھانہٗ فان الله لا یرضی عن القوم الفاسقین۔ اللہ سرکش و بدکار لوگوں سے راضی ہونے والا نہیں ۔ اس آیت میں اشارہ ہے کہ رضوان الہی جماعت صالحین پر منحصر و مخصوص ہے جسمیں صحابہ وغیر صحابہ تابعین و من بعدھم الی یوم الدین بلکہ امم سابقہ کے اتقیا و اصفیا ہی شامل ہیں۔

قال الله تعالیٰ شانہٗ قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله ویغفر لکم ذنوبکم والله غفور رحیم۔

جب انسان رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سچی اتباع کے سبب محبوب الہی بنجاتا ہے اور اسکے تمام گناہ بخشدئے جاتے ہیں تو اب رضائے مولیٰ کے حصول میں کیا کسر باقی رہ گئی ہے کیا یہ ہی ممکن اور کسی طرح سے جائز ہو سکتا ہے کہ ایک کے سارے گناہ بخشدئے جائیں اور رسول اکرم کی کمال اتباع کیوجہ سے قابل رشک محبوب الہی کے لقب سے ملقب بھی ہو مگر تاہم رضی اللہ عنہ کی دعا اس کے حق میں کرنا معصیت ہی معصیت رہے ھذا امر عجیب و قول غریب۔

تمام شد

قطعہ تاریخ مولنا مولوی میر محمد سعید صاحب احمدی

کیا بحر محیط ہے یہ محکم ۔۔۔۔۔۔ اثبات وفات ابن مریم

تائید امام فخر عالم ۔۔۔۔۔۔ عنقاب سے ہے جس سے خصم برہم

سنہ ۱۳۱۸ ھجری

اخبار الحکم قادیان دارالامان

دنیا میں صداقت اور حق پرستی کی تعلیم کی اشاعت کرنا۔ اور گورنمنٹ کی سچی اطاعت اور بنی نوع انسان میں باہمی ہمدردی کا پھیلانا اس اخبار کا خاص منشا ہے۔ چونکہ ان مقاصد کے پورا کرنے کے لئے دنیا میں اسوقت جناب میرزا غلام احمد صاحب دام فیوضہم کے مشن سے بڑھکر اور کوئی مشن نہیں اسلئے علی الخصوص حضرت اقدس کے مشن کا خادم ہونیکا فخر الحکم کو حاصل ہے جسمیں اسلام مقدس اصولوں پر بحث کیجاتی ہے چونکہ اخبار الحکم کا موضوع اسلام ہے اسلئے اسلام کے متعلق ضروری مضامین درج ہوتے ہیں جناب مرزا صاحب کی مشن کی حالات اور آپکی تقریریں اور کلمات طیبات بھی حسب موقع شایع ہوتے ہیں۔

قیمت عام سے بمد پیشگی مع محصولڈاک ؏ روپیہ ؏ سے زاید زاید آمدنی والوں سے ؏ روپیہ سالانہ

نوٹ۔ تمام خط وکتابت شیخ یعقوب علی (تراب) احمدی ایڈیٹر و پروپرائیٹر الحکم قادیان ضلع گورداسپور کے نام حسب قواعد ڈاکخانہ ہونی چاہیئے۔